

# معراج المصطفى



مُصَنَّف:

امام المفسرين مقدم العلماء والمحققين،  
حضرت علامہ محمد اسماعیل حنفی حقی مصنف روح البیان (رحمۃ اللہ علیہ)

ترتیب و اضافہ:

قادر می ابوالصالح محمد فیض احمد اوسی رضوی غفرلہ

ناشر:

مکتبہ اوسیہ رضویہ بہاولپور

# فہرست مضامین معراج المصطفیٰ

58738

58

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۹	کلیم و حبیب علیہ السلام	۴	تعارف اویسی منظوم از مولانا اختر خانیوال
۴۰	کشف تام (کہ دور سے دیکھنا آسان ہو)	۵	تعارف اویسی نثر از مولانا اختر خانیوال
۴۱	تمام انبیاء کے وسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲	تضمین بلخ العلی
۴۲	ابداء محبوبان خد بعد وصال	۱۳	مقدمہ کتاب اور عقیدہ معراج
۴۳	شان صدیق رمی اللہ عنہ	۱۵	مذہب معراج اور عقلی دلائل
۴۴	شوق صدر کا بیان	۱۶	معراج اور سائنسی دلائل
۴۵	شوق صدر کی حکمت اور سوالات و جوابات	۱۷	راکت . اپالو ، خواجہ نظام دہلوی قدس سرہ
۴۶	شوق صدر کا نکتہ از خفاجی رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	نور کی سپرٹیھی
۴۷	شوق صدر کے کئی مزید سوالات و جوابات	۱۹	آسمانوں کا وجود نہیں اس کا جواب
۴۸	مشکہ حیاۃ النبی پر استدلال	۲۰	جسم عنصری آسمان پر نہیں جاسکتا، اس کا جواب
۴۹	وہا بیس کے استدلال کا ازالہ	۲۱	جسمانی معراج کے دلائل
۵۰	مشک اہلسنت کی روشن دلیل	۲۲	معراج جسمانی کی دلیل از حدیث
۵۱	معراج مافوق السموات	۲۳	استدلال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ
۵۲	رفرف	۲۴	مکہ معظمہ سے معراج کا راز
۵۳	عرش حق مندر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۵	کٹدی ہلتی رہی اور ستر بھی رہا گرم
۵۴	نعلین پاک کے ساتھ عرش پر اور اسکے دلائل	۲۶	سکون نظام عالم
۵۵	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے انکار کا جواب اور دیدار الہی	۲۷	وقوف قمر (چاند کا ٹھہرنا)
۵۶	رویت بلا پردہ کے دلائل	۲۸	عس شمس اور عزیز علیہ السلام کے قصے سے استدلال
۵۷	صوفیا کرام کا محبوب قول معراج کے متعلق	۲۹	استدلال از طے زمان
۵۸	منکون رویت باری تعالیٰ کے سوال اور اس کے جوابات	۳۰	معراج کی جھکیاں
۵۹	حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوابات	۳۱	استقبالیہ کمیٹی برائے معراج اور قبر نمازیں
۶۰	حدیث فقہت جبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات	۳۲	مسجد اقصیٰ اور کروڑوں ملائکہ
۶۱	معراج سے وہی	۳۳	قیام تعظیمی اور جد الانبیاء سے ملاقات
۶۲	آغاز مضامین صاحب تفسیر روح البیان	۳۴	جبرائیل علیہ السلام کی حاجت روائی
		۳۵	یار غار کی آواز

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۱۵	پہلا قلم کار اور پانچواں آسمان	۷۶	آیت سبحن الذی کا آغاز
۱۱۶	حضور کے عقل کی وسعت اور بد مذہب کا رد	۷۸	ازالہ توہمات
۱۱۷	چھٹا آسمان اور موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات و گریہ	۷۹	معراج چوبیس بار
۱۲۰	ساتواں آسمان ملاقات ابراہیم اُمتِ محمدیہ	۷۹	معراج جسمانی کی عقلی دلیل و علامت بدعتی
۱۲۱	حضرت زید کی حور اور عجیب و غریب فرشتے	۸۴	حضور کی بشریت نوری ہے
۱۲۲	سدرۃ المنتہیٰ میں بھی حضور نے امامت کی	۸۶	آیات بکری کی تفصیل
۱۲۵	جبرئیل علیہ السلام کے حاجت اور حضور علیہ السلام	۹۸	حضور بھی سمیع و بصیر ہیں
۱۲۷	نورانی حجابات اور ابوبکر اور ادن منیٰ کی آواز	۹۸	بے عمل علماء و دبیر
۱۲۹	شنائے حق بدعتی حق	۹۸	سود خور، بے عمل و انعط و گلہ کرنے والے
۱۳۰	رفرف اور علم غیب اور دوہا بیہ	۹۹	فحش بکتنے والوں کی سزا
۱۳۱	کلامِ نبیؐ و اسطہ اور بچشمِ سریدارِ خدا	۹۹	بہشت کی سیر
۱۳۲	پچاس نمازیں	۱۰۰	دوزخ اور المیہیں
۱۳۳	موسیٰ علیہ السلام کا احسان اُمتِ محمدیہ پر	۱۰۰	موسیٰ علیہ السلام، مزارات کی زیارت اور ان کے
۱۳۴	جمعہ اور قرض دینے کی فضیلت	۱۰۰	قریب نوافل
۱۳۵	رضوانِ جنتہ دوزخ کا دروغہ و دوزخ کا منتظر	۱۰۱	ابراہیم علیہ السلام اور حیوۃ الانبیاء کا ثبوت
۱۳۶	جھوٹی قسم اور بے پردہ عورت اور بہن کر نیوالی عورتوں پر غدا	۱۰۱	بیت المقدس میں ملائکہ کا استقبال
۱۳۷	آنکھ جھپکنے سے پہلے والہیں از معراج	۱۰۲	حوران بہشت کی حاضری
۱۳۸	معراج جسمانی اور فخر میں اس کے عقلی دلائل	۱۰۲	انبیاء حضور کے حضور میں حاضر
۱۳۹	معراج کا سب سے پہلا منکر ابو جہل	۱۰۳	نزول عیسیٰ علیہ السلام اور حضور کی آسمان پر روانگی
۱۴۰	عشاق سنتے ہی مان گئے	۱۰۵	مرنے کے بعد آنکھ کیوں کھلی رہتی ہے
۱۴۱	ابوبکر کا صدیق نام آسمانوں پر	۱۰۵	صوفی کے نزدیک معراج کا مفہوم
۱۴۲	بیت المقدس اور قافلوں کا مشاہدہ	۱۰۷	سبز رنگ دریا
۱۴۳	قافلوں کی غیبی خبر	۱۰۷	آسمان دنیا کی سیر و استقبال کیسے ملائکہ
۱۴۴	معجزہ رد الشمس اور منکرین کا رد	۱۰۹	حضرت عثمان جبریل علیہ السلام میں استقبال کیسے کے اسماء
۱۴۵	فضائل الملبیت	۱۰۹	حضرت آدم سے ملاقات
۱۴۶	نمازوں کے اوقات	۱۱۰	سُود اور تیمامی کا مال کھانے والے عذاب میں
۱۴۷	پانچ نمازیں پیغمبروں کی یادگاریں	۱۱۱	حرام خور، زانی عورتیں دریا فرات
۱۴۸	ظہر اور عصر کا راز	۱۱۱	دوسرے آسمان کی سیر
۱۴۹	مغرب و عشاء اور ردفرقہ پر زبیری و چکرالوی کا راز	۱۱۳	یہود کی حضور کو اذیتیں اور زہر کا قصہ
۱۵۰	نیکتے ہی نیکتے	۱۱۳	تیسرے آسمان کی سیر
۱۵۱	پچاس نمازوں کا لطیفہ اور فہرست	۱۱۴	چوتھے آسمان کی سیر اور ادریس علیہ السلام

## منظوم تعارف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی بہاولپور

انرا قلم: محمد حنیف اختر، خانیوال

حضرت علامہ فیض احمد ہمارے ہیں امام  
ہیں اویسی صاحب قبلہ ہم سبھی کے راہنما  
سینوں کے دل کی دھڑکن اور ہیں آقا میرے  
آپ ہیں پیر طریقت آپ ہیں شیخ الحدیث  
مشغلہ ہے کتب لکھنا آپ کا بس ہر گھڑی  
ہیں مصنف اور مدرس اور قائد بالیقین  
آپ ہیں عاشق حبیب کبریا کے باکمال  
زندگی کو دیکھ کر ہے آپ کی مجھ کو یقین

آپ کو بخشا خدا ہے بہت اعلیٰ مقام  
اپنا رہبر مانتے ہیں آپ کو سب خاص و عام  
خدمت دین متین بس کر رہے ہیں صبح و شام  
آپ ہیں آقا ہمارے آپ کے سب ہیں غلام  
آپ کے دم سے ہے زندہ سنت خیر الانام  
روز و شب ہے خدمت اسلام بس ایک کام  
عمر بے آپ کی ہو زندگی کو ہو دوام  
خدمت دیں کرتے کر کے عمر گزریگی تمام

آپ کا تلمیذ ہے یہ آپ کا ہے جاننا  
پیشہ کرتا ہے ادب سے آپ کو آخرت سلام

# تعارف

آفتاب اہل سنت استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

قبلہ علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد صاحب اویسی

مہتمم مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ، ملتان روڈ، بہاول پور

انز قلم: محمد حنیف اختر، خطیب جامع مسجد غوثیہ، اسلام پورہ، خانیوال

ایک مسلمہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ابتدائے آفرینش سے حق و باطل کا معرکہ جاری ہے۔ یہ سلسلہ ابیس لعین سے شروع ہوا اور آج بھی جاری ہے اور آقا قیام قیامت جاری و ساری ہے گا۔ اور ہر دور میں علمائے حق باطل سے نبرد آزما رہے ہیں۔ موجودہ دور میں جو علمائے کرام بلا خوف و لومہ لائم باطل سے بڑے پیکار میں ان میں استاذ العلماء صاحب تصانیف کثیرہ حضرت قبلہ علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد صاحب اویسی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور کا اہم گرامی مہر فہمست ہے۔ آپ اہل سنت و جماعت کے لئے سرمایہ افتخار اور باطل کے لئے سنگ خار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ایک بے مثل محدث، بے بدل مفسر، لاثانی فقیہ اور عصر حاضر کے عظیم ترین محقق ہیں۔ آپ لاجواب مناظر، ڈیڑھ ہزار کتب کے مصنف، بہترین مقرر اور بے نظیر مدرس ہیں گویا آپ علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تصویر ہیں۔

ہزاروں سال زنگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وریبیدا

آپ اپنے سینے میں بت کا گہرا درد اور اپنے مسک سے والہانہ لگن رکھتے ہیں۔ اور

اہل سنت و جماعت کے حقوق کی پامالی پر مضطرب ہو جاتے ہیں۔ آپ بے حد منکر المزاج

اور متواضع شخصیت کے مالک ہیں، جو شخص صرف چند گھنٹیاں آپکی صحبت میں گزارے وہ آپکے حسن اخلاق کا دلدادہ و مگر ویدہ ہو جاتا ہے۔

آپکی سیرت اور علمی کاوشوں کا مختصر سا خاکہ درج ذیل ہے۔

استاذ العلماء حضرت علامہ فیض احمد صاحب اویسی مدظلہ، ۱۹۳۲ء تا ۱۳۵۱ھ میں حامد آباد

ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے، والد ماجد کا نام نامی مولانا میاں نور احمد صاحب ہے۔

آپ کا شجرہ نسب حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے، آپ کا پورا خاندان

شروع سے آج تک علم و دانش کا گہوارہ چلا آ رہا ہے، اپنے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد

سے حاصل کی، مولانا حافظ سراج احمد صاحب، حافظ جان محمد صاحب اور حافظ غلام حسین

صاحب قرآن پاک حفظ کیا، علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے حضرت مولانا الحاج خورشید احمد

صاحب (ظاہر پیر) حضرت مولانا عبدالکریم صاحب اور حضرت سراج الفقہار مولانا سراج احمد

صاحب مکھن بیلوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے، دورہ حدیث شریف ۱۹۵۲ء میں محدث

اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا اور سند

فراغت سے بہرہ ور ہوئے، فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے آبائی گاؤں حامد آباد (ضلع

رحیم یار خاں) میں ایک دینی ادارے، مدرسہ منبع الفیوض کا اجراء کیا اور پندرہ

سال تک وہیں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، رفتہ رفتہ آپکی شہرت چار سو پھلتی گئی

اور ملک بھر سے متلاشیانِ علم دین جب آپکی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے لگے تو آپ نے

دیہاتی زندگی کو خیر باد کہہ کے شہری زندگی کا رخ کیا اور ۱۹۶۶ء میں مدرسہ جامعہ اولیٰیہ رضویہ

کو حامد آباد سے بہاولپور منتقل فرمایا، آپ کے بہاولپور میں جلوہ گر ہوتے ہی جہاں اہلسنت و

جماعت کے احباب میں مشرت کی برقی لہر دوڑ گئی وہاں مخالفین کے گرد ہوں میں صف

ماتم بچھ گئی، آپ کے دارالعلوم کو شب و روز ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے اور ایک مرکزی

مرکز کے طور پر قائم ہو گیا، اس کے علاوہ آپ نے کئی دیگر ادارے بھی قائم کیے ہیں، جن میں سے

مقدمہ بازی کی، مناظرے کئے، آپ کے خلاف حکام بالا کو جھوٹی درخواستیں دیں لیکن بفضلہ تعالیٰ آپ ہر مقام پر کامیاب و کامران رہے اور مخالفین کو ہر جگہ ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ بہاولپور میں جلوہ گر ہو کر آپ صبر و استقامت کا پہاڑ بن گئے۔ مخالفین نے آپ کو ہلانے کی بہت کوشش کی مگر وہ سب لقمش بر آب ثابت ہوئیں اور مخالف حق و صداقت کی اس چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ علامہ اویسی صاحب قبلہ کا عقیدہ تھا کہ ۷

کیا غم ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف : کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے !  
 آپکی ذات گرامی کے طفیل مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ نے چند سالوں میں وہ حیرت انگیز ترقی کی کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اہل سنت و جماعت کا ایک عظیم مرکز بن گیا اور ملک بھر کے طلباء اس دارالعلوم میں داخلے کو اپنے لئے باعث صد افتخار تصور کرنے لگے۔ حکومت پاکستان نے اس مرکزی دینی ادارے کی سند کو فوج میں خطابت کیلئے سرکاری طور پر منظور کر لیا۔ تنظیم المدارس پاکستان جس کی سند کو حکومت پاکستان نے ایم اے اسلامیات کی ڈگری کے برابر کا درجہ دیا ہے۔ مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ اس کا ایک اہم رکن ہے اور یہاں کے دورہ حدیث شریف کے علماء کو تنظیم المدارس کے سالانہ امتحانات میں شامل کر کے تنظیم کی باقاعدہ سند جاری کی جاتی ہے۔ حضرت قبلہ اویسی صاحب علم دین کی تعداد سینکڑوں تک نہیں بلکہ ہزاروں تک پھیلی ہوئی ہے اور آپ کے شاگردوں میں ایسی ہستیاں بھی موجود ہیں جو ملک بھر کے اہم دینی اداروں میں مفتی، شیخ الحدیث اور صدمہ جیسے اہم ترین مراتب پر فائز ہیں۔ چند مشاہیر کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

● حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب رضوی مفتی مدرسہ نوار العلوم۔ ملتان

● حضرت مولانا غلام محمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ۔ کوئٹہ

● حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ۔ کوئٹہ





قبلہ علامہ اویسی صاحب مدظلہ سے شرف تلمذ حاصل ہے اور بندہ ناچیز اس نسبت پر  
 بجا طور پر فخر کا اظہار کرتا ہے۔ علامہ اویسی صاحب نے درس و تدریس میں شب و روز مشغولیت  
 کے باوجود شعبہ تالیف و تصنیف میں بھی تہائیت اہم کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ آپ نے تقریباً  
 ہر فن اور ہر موضوع پر کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی  
 تصنیفات کی تعداد بفضلہ تعالیٰ ڈیڑھ ہزار سے تجاوز کر چکی ہیں۔ میدان تحریر میں موجودہ  
 دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ایک عظیم کارنامہ تفسیر روح البیان کا بہترین اردو ترجمہ ہے  
 جسکی تفسیر فیوض الرحمن کے نام سے ۱۴۲۲ھ سپارے پھپ چکے ہیں۔ آپ کی بے شمار تصانیف  
 شائع ہو چکی ہیں اور بعض کتابوں کے تو دس دس ایڈیشن اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ایک  
 اہم بات جس کا راقم الحروف خود شاہد ہے یہ ہے کہ حضرت قبلہ اویسی صاحب مدظلہ دن  
 رات میں ایک لمحہ بھی فضول باتوں میں ضائع نہیں کرتے حتیٰ کہ اگر کسی دوسرے شہر میں تقریر  
 کے لئے جا رہے ہیں تو راستے میں دوران سفر بس یا گاڑی میں بھی تالیف و تصنیف کے لئے  
 آپ کا قلم رواں دواں رہتا ہے۔ ع

ایں کار از توٹے آید و مرداں چنیں کنند

آپ کی تصنیفات کی مکمل فہرست ”مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور“  
 سے ایک خط لکھ کر مفت طلب کی جاسکتی ہے۔ فہرست دیکھ کر آپ علامہ اویسی صاحب  
 کے میدان تحریر کے شاہسوار ہونے کے یقیناً قائل ہو جائیں گے۔ میری نظر میں صرف  
 پاکستان بلکہ پوری دنیا میں آپ کو ایسا کوئی عالم نہیں ہے گا جس نے ڈیڑھ ہزار کتابیں  
 تصنیف کی ہوں۔ یہ صرف اور صرف علامہ اویسی صاحب قبلہ کا ایک عظیم منفرد اور  
 بے مثال کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

دُعا ہے جتنے بھی ماطل مذہب اور لے دین فرتے موجود ہیں اُن میں سے ہر ایک کے



جامی رحمۃ اللہ علیہ ۵

زمہجوری برآمد جان عالم ترحمہ یا رسول اللہ ترحمہ  
نہ آخر رحمۃ للعالمینہ رحمۃ رومان چہر افارغ نشینی

یعنی جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔ اے اللہ کے پیارے نبی آپ رسم فرمائیے کیا آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہیں؟ پھر ہم مجرموں سے آپ فارغ کیوں بیٹھے ہیں۔ علامہ اولیسی صاحب بھی مولانا جاتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جب تک مدینہ طیبہ کے حاضر رہے نہ دے لیں اس وقت تک آپ کو سکون قلب میسر نہیں ہوتا۔

الغرض علامہ اولیسی صاحب مدظلہ ایک عالم باعمل، عاشق مصطفیٰ، بحر العلوم، استاذ العلماء اور سند الاتقیاء ہیں۔ آپ کے فیض کا دریا جاری ہے اور دور دور سے لشنگان علم آکر اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

دعا ہے کہ مولائے کریم آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے۔ آپ کے عمر حفصہ نوازے اور ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

طر این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد صنیف اختر

خطیب جامع مسجد غوثیہ اسلام پورہ  
خانیوال - پاکستان



# تضمین بلغ العالیٰ

بلغ العالیٰ بکمالہ  
کشف الدجیٰ بجمالہ  
حسنّت جمیع خصالہ  
صلّوا علیہ وآلہ

یہ شرف یہ اوج یہ حق رسی  
یہ ضیاء یہ حسن یہ روشنی  
کوئی خوبی ان سے نہ بچ سکی  
ہے درود پڑھنے کی جا یہی

بلغ العالیٰ بکمالہ  
کشف الدجیٰ بجمالہ  
حسنّت جمیع خصالہ  
صلّوا علیہ وآلہ

وہی اوج ، اوج نہا وہی  
وہی زیب ، زیب عطا وہی  
وہی خیر ، خیر ورا وہی  
مجھے پھر سنا دو خدا وہی

بلغ العالیٰ بکمالہ  
کشف الدجیٰ بجمالہ  
حسنّت جمیع خصالہ  
صلّوا علیہ وآلہ

یہ کمال خاص بلا کسے !  
یہ جمال حق نے دیا کسے ،  
یہ ہوتی بھلائی عطا کسے  
کہ یہ کہہ رہا ہے خدا کسے

بلغ العالیٰ بکمالہ  
کشف الدجیٰ بجمالہ  
حسنّت جمیع خصالہ  
صلّوا علیہ وآلہ

جو عروج چاہو تو یہ پڑھو  
یہ پڑھو تو قبر میں نور ہو  
جو یہ ورد ہو تو نیک خو  
یہ انہیں کا ذکر ہے عاصیو

بلغ العلیٰ بکمالہ  
کشف الدجیٰ بجمالہ  
حسنت جمیع خصالہ  
صلوا علیہ والہ

چلے سوتے خلد تو غل ہوا  
درِ خلد کھلتے ہی یہ سنا  
جہاں جس نے دیکھا یہی کہا  
یہ ہے وقتِ خاصِ درود کا

بلغ العلیٰ بکمالہ  
کشف الدجیٰ بجمالہ  
حسنت جمیع خصالہ  
صلوا علیہ والہ

وہی باغِ قرب کا پھول ہیں  
وہی بدر، حسنِ قبول ہیں  
وہی نیکیوں کا حصول ہیں  
یہی تحفے بہرِ رشول ہیں

بلغ العلیٰ بکمالہ  
کشف الدجیٰ بجمالہ  
حسنت جمیع خصالہ

حضرت چلے معراج کو  
اندھیرا تھا اُجالا ہوا  
اوساف ان کے سب کھلے

## غوشخبری اور اپیل

اہلسنت عوام کو عموماً اور اہل علم کو خصوصاً مبارک ہو کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی سال ۱۴۰۰ھ اور اتر تک  
تفسیر فیوض الرحمن اردو ترجمہ روح البیان مکمل مطبوع ہو کر منظر عام پر آجائی یہ منفرد تفسیر جدید تقاضوں  
کے مطابق اہل سنت کے منشور دستور کو پورا کرے گی اور صفیت اور تصوف اور تردید بد مذہب  
کا مکمل رعبو اس تفسیر میں ہے اجاب اہلسنت سے اپیل ہے کہ خود بھی ممبر نہیں اور اجاب کو بھی نامیں لائیں  
میں کھوائیں بلخصوص حضرت فیض ملت حضرت علامہ اویسی صاحب قند کے تلامذہ متوجہ ہوں حفصہ صاحبے چند شاگردوں نے

غوشخبری اور اپیل

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّيَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

**مُقَدِّمَةٌ** تفسیر روح البیان شریف میں معراج شریف پر مفصل بحث ہے چونکہ یہ ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے اسی

لئے فقیر نے اس پر اضافہ مع مقدمہ علیحدہ ترتیب دے کر اس کا نام رکھا ہے "معراج المصطفیٰ" امید ہے کہ اہل اسلام کے لئے مجموعہ مفید ثابت ہوگا۔ ————— وما توفیقی الا باللہ ،

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ ۱۴۰۶ھ بہاولپور

**مُعْجِزَةٌ** معراج شریف ہمارے نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ اور کمال ہے کہ جس سے کسی اور نبی کو مشرف نہیں فرمایا گیا۔ شبِ معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام پر پہنچے کہ جس مقام تک مخلوقات میں سے کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکا۔ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے مختصر سے حصہ میں مسجدِ حرام سے بیت المقدس اور پھر بیت المقدس سے عالم ملکوت کی مکمل سیر کرائی۔ یہ سیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں نہیں بلکہ عالمِ بیداری میں اور اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ فرمائی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالمِ بیداری میں جسدِ عنصری کے ساتھ عالم ملکوت اور آسمانوں کے تمام طبقات کی سیر کرنا بے کیف و بے مثال کلامِ خداوندی کا سننا ایک ایسا معجزہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

**عقیدہ** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراجِ پاک کے سلسلہ میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر کا ذکر قرآنِ پاک میں موجود

ہے۔ اس کا منکر کافر اور خارج از اسلام ہے۔ کیونکہ ہوسندہ لفظ قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہوتا ہے اور معراج شریف اس قدر ماننا قطعی اور حتمی عقیدہ ہے۔

**مذہب** مسجد اقصیٰ سے آگے کی سیر اور اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ہمکلامی سے مشرف ہونے اور سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سلسلہ میں قرآن پاک میں کچھ اشارے بھی موجود ہیں۔ مگر پوری تفصیلات احادیث نبوی میں ملتی ہیں لیکن اس کے باوجود بعض لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بے مثال معجزہ کا انکار کرتے ہیں اور بعض لوگ اس واقعہ کو محض خواب سے تعبیر کرتے ہیں۔ معراج جسمانی کے بارے میں مختلف قسم کے اعتراضات و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔

**سوال** رات کے ایک حصہ میں برس برس کی مسافت کا اتنا طویل اور دشوار راستہ کیسے طے ہو سکتا ہے؟

**جواب** انسان کو حق تعالیٰ نے عقل عنایت فرمائی ہے۔ اس میں صرف یہ طاقت ہے کہ چیزوں کو جو اس سے معصوم کر کے اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کرے جو چیز جس وادراک سے ماوراء ہے عقل کو وہاں دخل نہیں۔ اس مقام پر سوائے حیرانی اور تعجب کے عقل کے لئے کچھ اور نہیں ہوتا۔

واقعہ معراج جس کا بڑا تعلق عالم ملکوت کی سیر سے ہے۔ بھلا وہ عقل فہم میں کیسے آ سکتا ہے۔ اس پر یہ فیصلہ کر لینا کہ یہ واقعہ ممکن ہی نہیں سر اسر غلطی ہے۔ مشاہدات و تجربات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ جو اس وادراک میں جو بات نہ آسکے اس کا انکار بے بنیاد ہے۔

**عقلی دلائل** انسانی عقل کا یہ خاصہ ہے کہ جو ایجادات عالم میں روز بروز ہو رہی ہیں ان کی ایجاد سے پہلے عام طور پر عقل انسانی ان ہونے

دالی ایجادات کے بارے میں تصدیق کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ چیز عالم  
مشاہدہ میں آجاتی ہے تو مجبوراً اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اسکی تصدیق  
بھی کی جاتی ہے۔

**ریڈیو** ریڈیو کی ایجاد سے پہلے جب کہا جاتا تھا کہ ایک ایسا آلہ ایجاد  
ہوگا جو دور دراز علاقوں کی آوازیں ہم تک پہنچائے گا۔ اس وقت  
بھی انسانی عقل کا تقاضا یہی تھا کہ بات ممکن نہیں لیکن جب ریڈیو ایجاد ہو کر سامنے  
آگیا تو اس ایجاد کا صرف انکار ناممکن ہو گیا۔ بلکہ اب اس کا انکار کرنے والے  
کو یقیناً پاگل کہا جائے گا۔

**ٹیلی ویژن** ٹیلی ویژن کی ایجاد سے پہلے جب کہا جاتا تھا کہ ایک ایسا آلہ  
ایجاد کیا جائے گا جس کے ذریعہ انسان نہ صرف دور دراز علاقوں  
سے بولنے والے کی آواز سن سکے گا بلکہ اس کی تصویر بھی دیکھ سکے گا تو اس وقت بھی عقل  
کے پرستاروں نے اس کو خلاف واقعہ مانا۔ لیکن جب یہ حیرت انگیز ایجاد سامنے آئی تو  
ہر شخص نے اس کو دیکھ کر مان لیا کہ ایجاد ممکن تھی۔

ان تجربات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ہر وہ بات جو عقل فہم میں نہ آسکتی ہو  
مذوری نہیں کہ اس کا وجود بھی نہ ہو۔ واقعہ معراج بھی ایسا ہے جو ہماری ناقص عقول  
میں نہیں آسکتا۔ اور کی کیفیت و حقیقت کا سمجھنا ہماری عقلوں سے دراپ ہے۔  
لیکن اس کا انکار کر دینا یہ بھی کم عقلی کی دلیل ہے۔

**سوال** حضرت رفتار کی وجہ سے رات کے مختصر حصے میں سیر  
معراج کس طرح ہوئی؟

**جواب** موجودہ دور کی ایجادات نے انکا منہ بھی بند کر دیا ہے۔ ۱۹۵۸ء  
میں جب سائنس دانوں نے اعلان کیا کہ ۱۹۷۰ء میں انسان چاند



میں اتر جائے گا۔ اس وقت بھی اسے مجذوب کی بڑا کہا گیا۔ لیکن جب اپالو گیارہ کے ڈوانسانوں کو لے کر چاند پر اترنے کی خبریں آئیں تو اسے فوراً تسلیم کر لیا گیا۔ ہماری زمین سے چاند تک کا فاصلہ دو لاکھ چالیس ہزار میل بتایا جاتا ہے۔ سالوں کا یہ راستہ اپالو نے چند گھنٹوں میں طے کر لیا اور پھر واپس بھی آ گیا۔

**راکت** | اپالو گیارہ انسانی ایجا د تھی جس نے انسان کی سواری کا کام دیا اور چند گھنٹوں میں انسان کو چاند کی سیر کرانے کے بعد واپس لے آئی۔ افسوس ہے ان عقلموں پر جو انسانی ایجا د کی سرعت رفتار کو تو تسلیم کر لینے میں ذرا نہیں جھکتے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی اسکے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھیجی ہوئی سواری "بُراق" کا ذکر آتا ہے تو اسکی تیز رفتاری کا انکار کر دیتے ہیں۔ انسان کے چاند پر جانے کو بلائیل و حجت مان لیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کے حبیب کی معراج سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ واقعہ معراج ایمان پر کھنے کی کسوٹی ہے مسجد حرام سے بیت المقدس تک کے سفر کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں صریحاً موجود ہے جیسے پہلے عرض کیا گیا ہے کہ اس کا انکار کرنا بالکافر ہے۔ اور عالم ملکوت اور آسمان کی سیر کا انکار کرنے والا گمراہ اور بدعتی ہے۔ اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ سیر خواب میں ہوئی وہ بھی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

خواجہ نظام الدین دہلوی سے کسی خادم نے عرض کیا: حضور محبوب الہی کا فرمان | لوگ کہتے ہیں کہ قلب کو بھی معراج ہوتی ہو اور قالب کو بھی اور رُوح کو بھی۔ ہر ایک کو کس طرح معراج ہوئی ہوگی۔ آپ نے جواب میں یہ مصرع پڑھا۔

تظن خیراً ولا ستئل عن الخیر

یعنی گمان خیر رکھ اور خیر کی بابت تحقیق نہ کر، مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ اللہ

اور رسول کے درمیان راز ہے جس کو مان لو اور اسکی ماہیت و کیفیت کے پیچھے نہ پڑو۔ اگرچہ واقعہ معراج پر صریح دلائل و شواہد موجود ہیں لیکن مسلمان کے عقیدے کا کمال یہی ہے کہ وہ اس پر ایمان رکھے اور اسکی ماہیت و کیفیت پر شکوک و شبہات پیدا نہ ہونے دے۔

رجب المرجب شریف کی ۲۷ ویں شب کو ہمارے آقا و  
**نور کی سیر طہی** | مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عالم بیداری میں اور جسم نور  
 کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے آسمانوں پر آسمانوں  
 سے بھی اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک اور پھر سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے وہاں تشریف لے  
 گئے۔ جہاں کسی کا وہم و گمان بھی نہیں جاسکتا۔ ہر صاحب ایمان کا اس نور کی سیر طہی  
 پر ایمان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے محبوب پاک سیاح افلاک صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لئے مخصوص فرمادیا تھا۔ اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں  
 پہنچا دیا۔ جہاں ”کیسے و کس طرح“ کا بھی مطلق دخل نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد  
 رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں

کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کہ یوں

آیات مَبْنَحَاتِ الذِّیْ اَسْرَعٰی اور وَالتَّجْمِ اِذَا هَوٰی“ اس  
 سیر و عروج پر شاہد ہیں اور مسلمان اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جسمانی  
 سیر و معراج پر ایمان رکھتا ہے۔ اور ثبوت کے لئے قرآنی آیات اور احادیث کے  
 ارشادات موجود ہیں۔ تاہم موجودہ دور میں بعض فلسفی اور شکی طبیعتیں حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی اس نور کی سیر طہی اور حضور کے جسمانی معراج پر یقین نہیں رکھتیں اور  
 یہ ان کی انتہائی نادانی ہے۔ اس لئے کہ موجودہ دور میں انہیں کی سائنس ایک ایسے

”راکٹ“ کا دن رات ڈھنڈرہ پیٹ رہی ہیں۔ جو بقول ان کے ایک انسان کو عالم بیداری میں جسم کے ساتھ چاند میں پہنچانے ہی والا ہے۔ پس اگر سائنس نے کوئی ایسا راکٹ تیار کر لیا ہے۔ تو یہ کیوں ممکن نہیں کہ خالق سائنس رب کائنات نے ایک نور کی سیڑھی پیدا فرمادی تھی جس نے مدنی چاند صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چاند سے بھی کہیں آگے پہنچا دیا۔ اور یہ چاند اس چاند کی گمراہ بن کر رہ گیا۔ مسلمان کا تو ایمان اس راکٹ کے تیار ہونے سے پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ اور جو فلسفی مزاج رکھتا ہے۔ اسے اپنے اس راکٹ کے مبینہ عروج کے پیش نظر ”معراج جسمانی“ کا انکار کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کا عمل مولانا قدس سرہ کے اس مصرعہ پر ہے۔

عقل قربان کن بہ پیشِ مصطفیٰ

ترجمہ : مصطفیٰ کے آگے عقل قربان

سوال :- آسمان کا وجود نہیں۔ پھر آسمان پر تشریف لے جانا جسمانی معراج کا ہونا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟

جواب :- حکیم فیثاغورث اور اس کے بعد اس کے تلامذہ اور مقلدین نے آسمان کے وجود سے انکار کیا ہے۔ پس ایک فرد واحد کے انکار سے عدم ثابت نہیں ہوتا۔ آسمان کا وجود ایک مسلمہ امر ہے۔ ہزاروں برس سے بڑے بڑے علماء بڑے بڑے فلاسفر تمام جہان کے عقلاء و حکماء فلسفے موجد یونان کے دانا آسمانوں کے وجود کے قائل رہے ہیں۔

علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام بروقتاً فوقتاً جوکتا میں نازل ہوئیں۔ وہ سب کی

سب بڑے زور سے آسمانوں کا وجود ثابت کرتی ہیں۔

پس جس جنز کو تمام عقلاء اور جہان کھ کے عالم و جاہل، نیز ارضی و سماوی کتابیں

تسلیم کرتی ہیں۔ وہ چیز بغیر دلیل کے کیونکر رد ہو سکتی ہے، محض یہ کہنا کہ اگر آسمان موجود ہے، تو نظر کیوں نہیں آتا۔ کچھ دقیق امر نہیں، کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں، جن کو انسان باریک سے باریک اور اعلیٰ درجہ کی دوربینوں سے نہیں دیکھ سکتا۔

زمین اور سمندر کی تہ میں پہاڑوں کے اندر ایسی چیزیں ہزار ہا مخفی ہیں، جن کو انسان کسی دوربین سے نہیں دیکھ سکتا۔ شیشے کا گلوب اگر کسی روش چراغ پر فاصلے سے رکھا جائے، تو دیکھنے والے کو صرف جلتا ہوا چراغ ہی نظر آئے گا۔ شیشہ کسی طرح نظر نہیں آ سکتا۔ پس شیشے کا نظر نہ آنا انکار کی کوئی دلیل نہیں۔

آسمان شیشے کی طرح صاف ہے۔ حدنگاہ سے دور ہے اس لئے نظر نہیں آ سکتا۔ مگر نظر نہ آنا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

فیثا غورث سے پہلے عقل و نقل کا اجتماع بدستور قائم رہا۔ اور آسمان کا وجود عقل و نقل سے ثابت ہوا۔

سوال : (الف) جسم عنصری بغیر ہوا اور حرارت شدید کی وجہ سے صحیح و سالم نہیں رہ سکتا۔ پھر آپ مع جسم مبارک کے کورہ نار سے کیونکر صحیح و سالم گزر گئے۔  
(ب) انسان سردی کی کثرت (خستگی) کی وجہ سے کورہ زمہر پے سے بھی نہیں گزر سکتا۔ کیونکہ انسان کے لئے شدت بردت کے باعث سانس لینا دشوار اور بے سانس لئے زندگی محال ہے ؟

جواب : (الف) یہ امر مسلم ہے کہ آگ کا خاصہ احراق (جلا نا) ہے اور بعض چیزوں کا خاصہ آگ میں جلتا ہے۔ اول کو فعل دوسرے کو انفعال یا تاثیر اور اثر کہتے ہیں۔ یہ امر بھی مسلم ہے کہ ہر ایک چیز کے خواص اس سے علیحدہ اور جدا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مختلف ادویہ کے اختلاط سے اور ایک دوسرے سے ملنے کی وجہ سے اثر زائل یا معتدل ہو جاتا ہے۔ لہذا کچھ بعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے جسم عنصری

کو آگ میں جلنے سے مامون و محفوظ رکھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں بھی اظفار نار کا خاصہ ودلایت کر رکھا ہو۔ اور اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرۂ نار سے صیغ و سالم تشریف لے گئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آگ میں روشنی باقی رہے اور احرار و جلانے کا مادہ مفقود ہو جیسے ولایتی آتش بازی اور پھول جھڑی وغیرہ۔ اس قسم کی آتش بازیوں میں آگ جلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے مگر یہ آگ دوسری چیز کو جلاتی نہیں۔ اسی طرح بعض لوازمات چمکنے ہیں جن کو یورپ میں پہن کر آگ میں کود پڑنے سے بھی آگ اثر نہیں کرتی۔

سمندر کی آگ میں رہتا ہے۔ آگ کو آب حیات جانتا ہے۔ نہ جلتا ہے۔ نہ مرتا ہے۔ گیس کے ہنڈوں میں بجلی کے لمبوں میں ایک جالی سوتی پکڑا ہوتا ہے۔ اس پر ولایتی گھاس کا روغن ہوتا ہے اس لئے روشنی صاف ہو کر اچھی طرح روشن ہوتی ہے۔ یہ پکڑا نہیں جلتا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا پسینہ حضور کو کرۂ نار سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور آپ کی مقدس ذات کے اثرات سے کرۂ نار کی آگ روشن اور زیادہ صاف ہو سکتی ہے۔

سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ تیزی حرکت کی کوئی مقدار معین نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جناب سید المرسلین کو اللہ تعالیٰ اس تیزی اور سرعت سے کرۂ نار اور کرۂ زمہریر سے آسمانوں پر لے گیا کہ آنحضور کے جسم اطہر کو ان کے اثرات کا مطلق اثر نہ ہوا ہو۔

يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ وَيُجْزِي مَا يَرِيدُ (خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جو اُس کے ارادہ میں ہے۔ اس کا حکم دیتا ہے۔)

(ب) انسان کچھ عرصہ تک بے سانس لئے زندہ و سلامت رہ سکتا ہے۔ بہت سے باخدا صوفی، فقیر یا جوگی ایام پتہ کشی میں جس دم کرتے ہیں۔ رات دن چوبیس گھنٹے بلکہ اس سے زیادہ دیر تک قطعاً سانس نہیں لیتے۔ پھر بھی زندہ رہتے ہیں۔

جنین (بچہ) کئی ماہ تک اپنی ماں کے پیٹ میں بے سانس لئے زندہ رہتا ہے۔  
 بعض غوطہ خور موتیوں کی تلاش میں کئی کئی گھنٹوں کا غوطہ لگاتے ہیں۔ پانی میں سانس  
 نہیں لیتے جب یہ لوگ صبح و سالم بچ رہتے ہیں۔ اور دریائے معرفت الہی کے گراں بہا  
 موتیوں کے طالب روحی فداہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند لمحات سانس نہ لیں تو کیا بعید  
 ہے علاوہ ازیں حرکت کی کہ کوئی مقدار معین نہیں۔ ایک حرکت پھلکڑے کی ہے ایک مال  
 گاڑی کی ایک ڈاک گاڑی کی ایک سرکی ایک تار برقی کی ایک بجلی کی حرکت ہے جو آنا  
 فنا ہے مشرق سے مغرب تک کر دڑھا کو سجا پہنچتی ہے اللہ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو اس تیزی اور سرعت سے آسمانوں پر بلایا کہ بجلی کی حرکت بھی اس کے  
 مقابلے میں ماند ہے اس لئے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو کمرۃ نارا اور  
 کمرۃ زمہریر کے اثرات کا مطلق اثر نہ ہوا۔

چونکہ صاحب روح البیان رحمہ اللہ نے نفس معراج کو بیان فرمایا ہے۔ اس  
 پر اعتراضات کی طرف چنداں متوجہ نہیں دئے۔ اسی لئے فقیر نفس معراج پر اعتراضات  
 جوابات سے فراغت پا کر موجودہ دور کے مذہبی فرقوں کے اعتراضات کے جوابات پیش  
 کرتا ہے۔

جمہور سلف و خلف کا یہی عقیدہ ہے۔ اور صحابہ کرام  
 جسمانی معراج کے دلائل

بھی اس بات کے قائل ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام کو بحالت بیداری اور جسمانی معراج ہوئی ہے۔ ات کوئی شخص معراج شریف  
 کے محال ہونے پر دلائل قائم کرے تو ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہم معراج کو حضور  
 علیہ الصلوٰۃ کا معجزہ کہتے ہیں۔ اور معجزہ وہ ہے جس کا وقوع عاۃً محال ہو اور  
 انکار کرنے والوں کو عاجز کرنے کے لئے وہ کمال ایک نبی کا ذات سے ظاہر ہو۔  
 اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، علم و قدرت،

58738

عظمت و حکمت پر پوری طرح ایمان لایا ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت، صداقت اور کمالات کی دل سے تصدیق کرتا ہے۔ وہ واقعہ معراج یا اس قسم کے معجزات کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ قاضی مطلق جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو براق برق رفتار پر سوار کر کے بڑی راحت اور تکریم کے ساتھ چشم زدن میں زمین سے مقام ازان فی سے لے گیا تو اسکی قدرت کے آگے کون سی رکاوٹ حائل ہو سکتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج اور آپ کے کمالات کا انکار قدرت الہی کا انکار ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے معراج کی آیت کو لفظ سبحان سے شروع کیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور کمالات کو بے عیب جانتا ہے کہ معجزات کو عقل کی کسوٹی سے نہیں جانچتا۔

اگر یہ جسمانی معراج کے دلائل بشمار ہیں، فقیر یہاں پر صرف ایک دلیل پر اکتفا کرتا ہے وہ یہ کہ آیت میں لفظ اسراء اور عبء واقع ہوا ہے اور ان پر دونوں کا اجتماع روح مع الجسد پر ہوتا ہے اور اس کے نظائر قرآن مجید میں موجود ہیں۔

چنانچہ تفسیر امراج المنیر ص ۲۶ میں ہے کہ وَمَتَّيْدُلُّ عَلَىٰ اَنْتَ اَسْرَىٰ بِجَسَدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلُهُ اَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ وَ لَفْظُ الْعَبْدِ عِبَادَةٌ عَنِ مَجْمُوعِ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ

یعنی ان دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب مانی معراج ہوئی اور وہ دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ ہے اس لئے کہ عبء کا لفظ ہمیشہ روح اور جسم دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

فَاَسْرَىٰ بِعِبَادِي لَيْلًا فَاِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ (پ ۲۵ ع ۱۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے بندوں بنی اسرائیل کے لوگوں کو رات کے وقت مصر سے باہر لے چلو کیوں کہ دن ہو گیا تو قبطنی تمہارا تعاقب کر کے نہیں جانے دیں گے اب اگر کوئی شخص

اسیٰ بعبدہ کا یہ معنی کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے کو خواب کی حالت میں  
روحانی طور پر ملہ سے بیت المقدس کی طرف

لے گیا تو یہ معنی اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص فاسیٰ بعہادی کے مطلب یوں بیان  
کرے کہ اے موسیٰ علیہ السلام میرے بندوں کو بحالت خواب محض روحانی طور پر مصر  
سے کنعان کی طرف لے چلو ثابت ہوا کہ یہاں جسمانی معراج مقصود ہے۔ اگر روحانی  
خواب کا واقعہ ہوتا تو قرآن مجید میں اسیٰ ہی بروح عبیدہ ہونا (عمدۃ القاری  
ج ۷ ص ۲۲۹ و تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۰۵ و الردض الالف ج ۱ ص ۲۲۲)

استدلال از حدیث پاک | اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قَمْتُ  
فِي الْحَجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ  
آيَاتِهِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ (بخاری ج ۱ ص ۹۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے قریش نے جھٹلایا تو میں حطیم  
میں میزابِ رحمت کے نیچے ٹھہر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کو  
ظاہر فرمایا پھر میں نے ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی حالانکہ میں اس وقت  
بیت المقدس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ (ف) شارحین لکھتے ہیں کہ اس حدیث تشریف  
سے جسمانی معراج ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو جھٹلانے کی کیا ضرورت  
تھی (تفسیر فتح القدر از شوکانی ج ۲ ص ۲۵ و خفاجی شرح بیضاوی ج ۲ ص ۱۶۱ ایواقیت و الجوامر  
ج ۲ ص ۲ مزید براں جب مسجد اقصیٰ کے نشانات بتائے گئے تو صحیح صحیح بتائے گئے،  
قافلوں کے حالات سنائے گئے تو صحیح صحیح سنائے گئے مقام روحا پر پیالہ سے پانی نوش  
کرایا تو پیالہ خالی پایا گیا۔ ذی مرہ مقام پر براق کی رفتار کے فرارے سے اونٹ  
ٹپکے گئے۔ شہت سوس سے گئے اور اس کے ساتھ کالٹ لٹ گئے۔ ان تمام واقعات



سے واضح ہوتا ہے کہ معراج بحالتِ بیداری ہوئی (الروض الانف ج ۱ ص ۲۲۲)

استدلال صدیق اکرم صلی اللہ علیہ وسلم | جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے  
جسمانی معراج کے وقوع کی دلیل پوچھی گئی تو

آپ نے فرمایا کہ جو خدا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ہزار بار آسمان سے زمین پر اتار  
سکتا ہے۔ وہی خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین سے آسمان پر لے  
جاسکتا ہے۔

امام فخر الدین رازی اس قول کی تشریح میں ارقام  
فرماتے ہیں کہ اگر جسم کثیف کا اپنے ارضی مرکز سے

عالم سماوی میں جانا ناممکن ہے۔ تو جسم لطیف کا اپنے سماوی مرکز سے عالم ارضی میں آنا کس  
طرح ممکن ہوگا پس چاہیے کہ جو شخص جسمانی معراج کا انکار کرتا ہے۔ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام

کے اترنے کا لازمی طور پر انکار کرتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ حضرت جبرئیل  
علیہ السلام کو اس کے ملکوتی مرکز سے دوسرے عالم (ناسوتی مرکز) میں بھیج سکتا ہے تو وہ

قادر مطلق اپنی قدرت سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیاوی مرکز سے سماوی مرکز  
میں بھیج سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۵۲) یعنی جو شخص قرآن کے نزول کا قائل ہے۔

وہ معراج جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ جو شخص عالم بالا سے عالم سفلی میں ملائکہ کے نزول  
کا قائل ہے۔ وہ عالم سفلی سے عالم بالا میں حضور سر ایا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج

کا منکر کیوں؟

تبصرہ اویسی غفرلہ | جو بندہ جبرئیل علیہ السلام کے عروج و نزول  
کو مانتا ہے وہ حضور علیہ السلام کے عروج

کا منکر کیوں جبکہ ہزاروں جبرئیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطافت کا مقابلہ  
نہیں کر سکتے بلکہ لفظوں میں ان کی تقدیر سے بے ہوش ہو جاتا ہے اور ان کے

صد ہزاراں جبرائیل اندر بشر ،  
از بہر حق سوئے غریباں اک نظر ،

ترجمہ : لاکھوں جبریل علیہ السلام جیسے بصورت بشر عرض کر رہے ہیں کہ خُدارا ہم  
غریبوں پر بھی ایک نگاہ ہو ۔

مکہ معظمہ میں معراج کا راز | معراج ایک اعلیٰ مرتبہ قیاس کا تقاضا ہے  
کہ یہ مدینہ طیبہ میں ہوتی لیکن مکہ معظمہ میں

ہوئی اس میں چند رموز ہیں ۔

① — حضور علیہ السلام کو مکہ شریف سے اس لئے معراج ہوئی تاکہ اسراء  
کی ابتدا اور انتہا میں مساوات ہو جائے یعنی معراج وہ سفر ہے جس کا زمین سے  
تعلق ہے ۔ ایک بیت الہی (خانہ کعبہ) سے شروع ہوا اور دوسرے بیت الہی  
(بیت المقدس) میں ختم ہوا گویا بعنوان دیگر یوں کہہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کا مہمان  
اللہ تعالیٰ کے گھر سے چلا ، اللہ تعالیٰ کے گھر میں گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے ۔  
مِنْهُ الْبِدَايَةُ وَالْإِلَيْهِ النِّهَايَةُ اس سے شروع اور اسی تک مقصود کی  
انتہا ہے ۔

② — حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے معراج ہونے کا سبب  
یہ ہے کہ جتنی مکہ میں ایذا دی گئی اتنی کہیں بھی نہیں دی گئی ۔ جب کفار نے  
ایذا میں نہایت کر دی تو رب کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک  
کو تسلی دی اور قدرت کے وہ عجائب اور عزائب دکھائے اور سنائے جو نہ  
کسی نے دیکھے اور نہ کسی نے سنے ہیں ۔

③ — جب رحمۃ اللعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کی بارگاہ کا قصد  
فرمایا تو آیت یہ مقدس معراج اس مقدس مقام سے شروع ہے جس کا نام ،

ہدیٰ للعلمین ہے۔ کیونکہ ان اسماء شریفہ میں ایک قسم جزوی تناسب تھا۔ (مزید فقیر کی کتاب معراج حبیب خدا میں دیکھئے)

محققین نے سیر معراج کی توجیہ  
گنڈی ہلتی رہی اور پستری بھی رہا گرم | سرعت میر سے کی ہے یہاں

تک کہ مکان اور زمان ہر دو اپنے استعداد پر باقی تھے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ وہ مسافت جس کو حضور علیہ السلام نے معراج کی رات طے فرمایا، نہایت دراز تھی۔ حتیٰ کہ حقائق الحقائق میں ہے کہ مکہ شریف سے مقام ماؤوحہ تک تین لاکھ سال کی مسافت تھی

اور بعض نے سچا س ہزار وغیرہ ذالک کا قول کیا ہے اور بعض نے زمان اور مکان بجا الہ مان کر مسافت کی طئی (سمٹ جانے) کلم قول کیا ہے جیسا کہ روح المعانی میں ہے ایسی کرامات بہت بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ معتبر اور ثقہ لوگوں کی حکایات کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ فقہاء نے بھی اولیاء کرام کی کرامات کے سلسلہ میں اس کو ذکر کیا

ہے اور یہ امر شرعاً ممکن ہے فلاسفہ اسکو طفرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان تک اس حیثیت سے پہنچنا کہ وہ مسافت جو مبداء اور منتهی کے درمیان واقع ہے اس سے محاذات واقع نہ ہو اور بعض حضرات نے مسافت بر حال اور زمان کی نشر (پھیل جانے) کا قول کیا ہے۔ اور اس سے قائل کا قول ہے

کہ ازل سے ابد تک ایک نقطہ ہے۔ حتیٰ کہ ازل اور ابد دونوں میں اس لحاظ سے اعتباری فرق ہے۔ کیوں کہ ایک نقطہ میں تجزیہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وَلَيْسَ يَفْهَمُ ذَٰلِكَ عِنْدِي إِلَّا الْمُتَجَبَّرُونَ مِنْ جَلَدِ حَبِيبِ أَبَدٍ مِنْهُمْ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵) سید محمود آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں کہ اس عبارت اور مطلب کی حقیقت کو اجسام کے لباس سے متبرکد حضرات سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ بہت قلیل لوگ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو کرامات اور معجزات کی حقیقت پر رکھنا چاہیے اور کیفیت

کا معاملہ ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اس کو باری تعالیٰ جانتا ہے۔ قاعدہ شریعہ ہے کہ طی مکان، نشر مکان کی طرح نشر زمان اور طی زمان بھی ہیں۔ تمام تر واقعات کو صوفیہ کرام نے تسلیم کیا ہے۔

آج کل کے سائنسی دور میں معراج کی تائیدات جتنا اُجاگر ہو رہے ہیں اتنا ہی اس میں شکوک و شبہات بڑھ رہے ہیں۔ اسی لئے فقیر ایسے چند حقائق علمیہ پیش کرتا ہے۔

سکون نظامِ عالم

مالک الملک کے عرشی مہمان صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے تو وہی آن باقی تھی حتیٰ کہ بستر مبارک ہنوز گرم تھا۔ دھوکا پانی بہ رہا تھا اور حجرہ کی زنجیر ہل رہی تھی۔ اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ فی الحقیقت آپ کو معراج میں کتنا عرصہ لگا ہاں ایک مشہور قول ہے کہ ۱۸ ہزار سال کے عرصہ تک نظامِ عالم سکون میں رہ گیا۔ گو جب دید اور قدیم فلسفہ میں مہنک اور نئی روشنی کے خیال کے لوگ اس کو بید از عقل کہہ دیں مگر معجزات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا بیکار ہے۔ کیونکہ معجزہ وہ ہے جس کے مقابلہ میں انسان عاجز ہو جائے اور عقل حیران رہ جائے خاص کر معراج کے واقعات اول سے آخر تک انوکھے اور نرالے ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے عجائبات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائے مگر کہنے کو پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اتنی مدت گزرنے پر نظامِ عالم کس طرح بدستور رہا۔ نہ پونے اپنی مقدار سے بڑھ گئے، نہ درختوں کی جسامت میں اضافہ ہوا، نہ کسی لہرو مسافر کی قطع مسافت میں زیادتی ہوئی، نہ سونے والے اتنے طویل زمانہ بیدار ہوئے۔ نہ ناخنوں اور بالوں میں تغیر اور تراخی زمان کے باوجود نہ کسی چیز میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی اگر وہ اس میں غور کرتے تو شبہ نہ رہتا کہ جس طرح گھڑی کئی سال بند پڑی ہے تو اسکی سوئیاں اور پُرزے برقرار رہتے ہیں یا کسی کارخانہ کا مالک اپنے دوست کی آمد پر بند کارخانہ کو چالو کر دیتا ہے۔ اسی وقت سب پرزہ جات ہلنے شروع ہوتے ہیں اور ،

اور ریاض الازہار ص ۲۰۶ پر لکھا ہے کہ اس رات کو رب العالمین کا خطاب مستطاب ہوا کہ جبریل علیہ السلام تسبیح و تہلیل موقوف کر کے زاویہ طاعت کو چھوڑ دے اور میکائیل علیہ السلام بندوں کی قسمت اور رزق کا پیمانہ ہاتھ سے دھر دے اور اسرافیل علیہ السلام صور اٹھانا موقوف کر دے اور عزرائیل علیہ السلام روتوں کے قبض کرنے سے ہاتھ بند کر دے رضوان جنت کو چاہیے کہ بہشت کو آراستہ و پیراستہ کرے، دریا بہنے سے، ہوا چلنے سے، افلاک سیر و گردش سے باز رہ جائیں۔ حتیٰ کہ جب قرب تمام جناب خالق انام و حصول کلام و دیدار و دیگر جلیل نعمتوں کے حصول کے بعد حضور علیہ السلام نے مراجعت فرمائی تو ہنوز وضو کا پانی بہہ رہا تھا۔ حجرے کی زنجیر ہل رہی تھی۔ بستر مبارک بدستور گرم تھا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ۵

ہو نہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو      چمن میں دہر میں کلیوں کا تبستم بھی نہ ہو  
یہ نہ ساقی ہو تو مئے کبھی نہ ہو خم بھی نہ ہو      بزم توحید بھی دنیا بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو

نیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے  
فیض سستی کی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ مصر سے جب کنعان

و توفیق

واپس جانے کا ارادہ ہو تو چلتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانا ان کی وصیت تھی کہ ان کو آباؤ اجداد کے گورستان میں دفن کیا جائے اور اس وصیت کو مصری لوگوں نے پورا نہ ہونے دیا آپ جب تک اس کو ہمراہ نہ لو گے تم کو کنعان کا راستہ نہ ملے گا اور سارا قافلہ اس میں پریشان رہ جائے گا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ کوئی واقف ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشان دہی کر دے تو اس کو انعام ملے گا۔ ایک ٹھہرا حاضر ہو کر کہنے لگی مہری چند شرط قبول ہوں تو میں قبر کا



تک بقایا تہائی رات برقرار رہی کیوں کہ دسویں کا چاند دو تہائی رات کے وقت غروب ہوتا ہے صبح دیر سے نمودار ہوئی، سورج اپنی حرکت سے باز رکھا گیا۔ اہل زمین نیند کے نشہ میں مغمور رہ گئے، گویا تمام نظام عالم ہی سکون پذیر تھا، اسکی تفصیل و تحقیق فیقر کے رسالہ "شق القمر" میں دیکھئے۔

**حبس شمس** | حضرت یوشع علیہ السلام میدان اریحا میں عمالقة سے چھ ماہ جہاد کر رہے ہیں، جب فستج کے آثار نمودار ہونے لگے تو وہ جمعہ کا

دن تھا، اور سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ اس زمانہ کی شریعت کے مطابق ہفتہ کی رات اور ہفتہ کے دن شکار اور جہاد حرام تھا، اور پھر سورج غروب ہونے کے بعد جہاد بند کر دیا جاتا تو دشمن کے غلبہ کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضرت یوشع علیہ السلام نے دعا کی اے خداوند! اہم پر بقایا دن کو زیادہ کرتا کہ تم جہاد کر کے فستج حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو وہیں روک دیا حتیٰ کہ جہاد ہوتا رہا مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اور بنی اسرائیل کی فوجوں نے اریحا پر قبضہ جمایا، دشمنوں کو ہلاک کیا اور مال غنیمت حاصل کیا اس کے بعد سورج غروب ہوا (بدائع الزهور ص ۱۵۸)۔

(ف) جتنی دیر تک سورج غروب ہونے پر مجبوس رہا۔ اتنی دیر بعد مغرب کی سیاہی چھائی، ستاروں کے ظہور میں تاخیر ہوئی، چاند نے اپنی منازل طے کرنا موقوف کر دیا بلکہ سارا نظام عالم ہی بند تھا۔

**حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعے استدلال** | بخت نصر ایک کافر بادشاہ تھا جو بنی

اسرائیل پر غالب ہوا شہر بیت المقدس کو خراب کیا تمام لوگوں کو بکیر کر بردہ بنا لیا تب حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اس شہر پر گزرائے دیکھ کر تعجب کیا کہ شہر کھوکھرا ہے، خدا کے حکم سے اس جگہ اس کی روج

قبض ہوئی پھر سو برس کے بعد وہ زندہ ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ نے کہا تو کتنی دیر رہا  
 وہ بولائیں ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم عرصہ یہاں ٹھہرا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
 بلکہ تو ٹھہرا سو برس تک — فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ  
 لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَ آيَةَ لِلنَّاسِ  
 وَانظُرْ إِلَىٰ الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا الْحَمَامَ (پ ع ۳)  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب دیکھ اپنے کھانے یعنی زیتون کے پھلوں کو اور اپنے پینے کے پانی  
 یعنی انگوروں کے پھوڑ کو کہ نہیں سڑے اور نہیں بدلے جوں کے توں تازہ دھرے  
 ہیں اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھ کو ہم نمونہ بنا نا چاہتے ہیں۔ لوگوں کے واسطے  
 اور دیکھ ہڈیاں کس طرح جڑتی ہیں۔ پھر ہم ان کو گوشت پہنتے ہیں۔ پھر جب  
 اس پر یہ سب قصہ ظاہر ہوا کہا میں جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر  
 قادر ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے گدھے پر سوار ہو کر چلے، آپ کی  
 عمر چالیس برس کی تھی اور سو سال گزرنے کے باوجود آپ کی عمر وہی رہی جب  
 گھر گئے آپ کا بیٹا جس کو دس سال کی عمر کا چھوڑ کر گئے ایک سو دس سال  
 کا بوڑھا ہو گیا اور آپ کی ایک لونڈی جس کو بچھریس سال دیکھا بچھریس سو  
 بیس سال ہو گئی تھی۔ حالانکہ حضرت عزیر علیہ السلام نے نئے بھرے سے شادی کی  
 اور اس بیوی سے بھی اولاد ہوئی۔

وَمَا ذَاكَ عَلَىٰ اللَّهِ بِعِزِّهِ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۱)

(ف) سو برس گزرنے کے باوجود انگوروں کا پھوڑ ویسے ہی تازہ دھرا ہے۔ اور  
 زیتون کا پھل بالکل تازہ ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ کائنات پر سو برس گزر گئے  
 مگر زیتون اور انگور کے پھوڑ پر ایک آن بھی نہ گزری۔

استدلال از مسئلہ طے زمان | علامہ سبکی نے تحریر فرمایا ہے کہ معراج



کاسارا واقعہ ایک لحظہ میں ہونے میں کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو تھوڑے وقت کو بہت کر دے۔ اور اگر چاہے تو بہت وقت کو تھوڑا کر دے۔ چنانچہ علامہ حقی علیہ الرحمۃ کے مُرشد کامل قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہ سچی بات ہے۔ اور میں نے بذریعہ کشف بھی اسے درست پایا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت موسیٰ سدرائیؑ کے مناقب میں لکھا ہے (جو کہ حضرت ابی مدینؒ کے اکابر اصحاب میں سے تھے) کہ آپ ہر دن رات میں ستر ہزار مرتبہ قرآن مجید کا از اول تا آخر ختم کر لیتے تھے۔ اگر اسکو اس پر محمول کیا جائے کہ دن کو ۲۵ ہزار ختم اور رات کو ۳۵ ہزار ختم کر لیتے تھے۔ جیسا کہ عادت ہے ایک ختم دن کو اور ایک رات کو کر لیا جائے۔ تو اس حساب سے ایک دن کی مقدار ستانوے سال دو ماہ بسٹ دن ہوتی ہے۔ گو تلامذت کرنے والے کی تیز لسانی کے لحاظ سے اس سے کم مدت کا بھی احتمال ہے (روح البیان ج ۲ ص ۲۰۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رکاب میں قدم رکھتے تھے اور دوسری تک پیر جلتے جاتے قرآن ختم کر دیتے تھے۔ (شما تم ادا دیہ ص ۱۳۱)

(اس جیسے درجنوں واقعات فقیر کے رسالہ "شبینہ کا ثبوت" میں ہیں) معراج کے مزید عجائبات اور اعتراضات کے جوابات فقیر کی کتاب "معراج حبیبِ خدا" میں دیکھئے۔

## معراج کی جھلکیاں !

معراج کی تفصیل تو ناظرین آنے والے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے، فقیر یہاں پر چند جھلکیاں مستند کتب سے عرض کرتا ہے۔

مواہب لدنیہ زرقانی ص ۲۰ ج ۱ ،  
 مدارج ص ۱۶۲ ج ۱ میں ہے کہ ایک

## استقبال کرنے والی جماعت

جماعت نے آپ کو بایں الفاظ سلام کہا : **السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلُ السَّلَامِ عَلَيْكَ يَا آخِرُ السَّلَامِ عَلَيْكَ يَا خَاتَمُ السَّلَامِ**۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ یہ سلام کہنے والی جماعت حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر شامل ہے۔ زرقانی میں ہے کہ زیادتی محبت کی وجہ سے تین مرتبہ سلام کہا گیا آپ اول ہیں پیدائش میں اور روز قیامت مرقد انور سے باہر تشریف لانے میں اور دخول جنت میں ، آپ آخر ہیں کیونکہ اس دنیا میں آپ کا ظہور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہوا۔ آپ کے حاضر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا۔ آپ تمام کے امام ہوں گے۔

صحیح مسلم شریف اور نسائی شریف وغیرہ میں حضرت انس

## قبر میں نماز

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : **مَرَرْتُ عَلَى قَبْرِ مُوسَىٰ لَيْلَةً أَسْرَىٰ فِي عِنْدِ الْكَلْبِ الْأَحْمَدِ وَهُوَ قَائِمٌ يَصَلِّي فِي قَبْرِهِ**۔ یعنی شب معراج میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر رہا تھا اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ ابن مساجد

## فائدہ

ص ۱۸ میں ہے ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل

الاجساد الا نبیاء فنبی اللہ حی یسرق بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ روزی دیا جاتا ہے۔ یونہی بیت المقدس میں انبیاء کا جمع ہونا اور آسمان وزمین کے مختلف

مقامات پر فرداً فرداً ملنا بھی اس پر شاہد صادق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں مقید نہیں بلکہ وہ جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔

نماز اقصے میں تھا یہی سرعیاں ہو معنی اول آخر! مسجد اقصیٰ کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت گئے کر گئے تھے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے تو انبیاء کرام الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے۔ مواہب لدنیہ زرقانی ص ۲۹ ج ۶ فَعَرَفْتُ التَّبَتِينَ مَا بَيْنَ قَائِمٍ وَرَاكِعٍ وَمَسْجِدٍ پس میں نے تمام نبیوں کو پہچانا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع کر رہا ہے، کوئی سجدہ میں ہے۔ " زرقانی ص ۵۰ ج ۶ میں ہے کہ جبریل نے آذان دی، آسمان سے فرشتے اترے اور تمام رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں اور رسولوں کو نماز پڑھائی۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہی زالی شان بخشی۔ رسول تمام مخلوق کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسولوں کا بھی امام بنا دیا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل

اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

کتاب احادیث و تفاسیر | کمر وڑھا فرشتوں کی طرف سے استقبال میں ہے کہ جب رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان کے قریب پہنچے تو اس آسمان کے محافظ اسماعیل فرشتے نے بمع اپنے عملہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ عملہ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ تفسیر ابن جریر سبعون الف ملک مع کل ملک

جندہ مائۃ الف " اسماعیل فرشتے کے سامنے ستر ہزار ایسے فرشتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کا شکر ایک لاکھ تھا۔ ستر ہزار کو ایک لاکھ سے ضرب دیں تو ... .. سات ارب بن جاتا ہے اور یہ تو قرآن کریم میں ہے :

يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ اور فرشتوں کو جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔ معلوم ہوا اللہ حکم الحاکمین کے حکم سے ملائکہ کے اس عظیم اجتماع نے آسمان دنیا سے پہلے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا پھر جب آسمانوں سے گزریں تو ہر آسمان میں ایک یاد و نبیوں سے ملاقات ہوئی اور ان فرشتوں کا تو شمار ہی نہیں جہنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہفت افلاک میں استقبال کیا، ساتویں آسمان پر آپ کی رقت در میں کثیر التعداد ملائکہ نے دو رکعت نماز پڑھی، نزہتہ المجالس ص ۱۳۹ ج ۲ میں ہے ثم اقبلت الملائكة زمواذ مرايسلمون على " نماز کے بعد فرشتے جماعت جماعت آ کر مجھ پر سلام پڑھتے ہیں۔ "

قیام تعظیمی | نزہتہ المجالس ص ۱۳۴ ج ۲ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان میں ایک فرشتہ دیکھا جو کرسی پر بیٹھا تھا، آپ نے اسے سلام کہا، اس نے جواب دیا، لیکن آپ کے لئے کھڑا نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا : اے فرشتے تجھ پر میرا حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلام فرماتا ہے۔ اور تو بیٹھا ہوا ہی جواب دیتا ہے، میری عزت و جلال کی قسم ایک قدم پر کھڑے ہو کر پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کر پھر قیامت تک تجھے بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

جدال انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات | زرقانی ص ۱۷ ج ۶ میں ہے کہ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور انہیں خبر دینا

کہ بیشک بہشت پاکیزہ مٹی اور میٹھے پانی والا ہے اور اسکی کھیتی "سُبْحَانَ اللَّهِ" اور  
الْحَمْدُ لِلَّهِ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اللَّهُ أَكْبَرُ ہیں۔ یعنی یہ کلمات جتنی مرتبہ پڑھے  
جائیں۔ اتنے ہی بہشت میں پڑھنے والے کے لئے درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام کی حاجت روائی | مواہب لدنیہ: مع زرقانی ۹۳ ج ۶ میں ہے  
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن فرمایا:

سَلَوْتُ قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي سَلَوْتُ عَنْ عِلْمٍ لَا يَعْلَمُهُ جِبْرِيلُ وَلَا  
مِيكَائيلُ ————— "سوال کرو مجھ سے میری وفات سے پہلے، سوال کرو

مجھ سے پہلے میری وفات سے پہلے، سوال کرو مجھ سے ایسے علم کا جسے نہ جبریل جانے  
اور نہ میکائیل" کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کو جو معلومات حاصل ہوئے ان میں سے بعض آپ نے مجھے بتائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں نور تھا جب آپ کو آگ میں ڈالنے کے  
لئے منجنیق میں رکھا گیا تو جبریل نے آکر عرض کی اے اللہ کے فیصل! کیا آپ کو کوئی  
حاجت ہے آپ نے فرمایا تیرے متعلق کوئی حاجت نہیں، دو بارہ جبریل امین میکائیل  
کو ساتھ لائے تو آپ نے فرمایا نہ تیری طرف کوئی حاجت اور نہ میکائیل کی طرف، تیسری  
مرتبہ پھر حاضر ہوا اور کہا کہ اپنے رب کی طرف کوئی حاجت ہے؛ آپ نے فرمایا:

کہ فیصل کا شان نہیں کہ اپنے محبوب سے حُجْرَح کرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: "اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے بولنے کی اجازت دی، میں نے کہا اگر مجھے اللہ تعالیٰ  
نے نبی بنایا اور رسالت کے ساتھ چنا تو میں جبریل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے  
پاس بار بار حاضر ہونے کا بدلہ دوں گا، معراج کی رات ایک ایسا مقام آیا جہاں جبریل  
نے عرض کی: ان تجاوزتہ احترقت بالنور" اگر میں اس مقام سے گزروں  
تو نور کے سبب جل جاؤں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا جِبْرِيلُ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ اِلَى رَبِّكَ " اے جبریل کیا تجھے اپنے رب کی طرف کوئی حاجت ہے؟ جبریل نے عرض کی " روزِ قیامت جب پہل صراط سے آپ کی امت کا گزر ہوگا تو مجھے پر بچھانے کی اجازت ہو کہ ان پروں کے اوپر سے آپ کی امت گزرے۔ "

منظر صلی اللہ علیہ وسلم امم | ایو اقیات و الجواہر ص ۲۶ ج ۲ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسمائے الہیہ کی خاص جلوہ گاہوں کے پاس سے گزرے تو ان

صفات کے ساتھ متخلق ہو گئے مثلاً جب اسم "الرحیم" سے گزرے تو آپ رحیم بن گئے جب اسم "الغفور" کی جلوہ گاہ سے گزرے تو غفور بن گئے جب "الکریم" کے مقام سے گزرے تو کریم بن گئے۔ اسی طرح آپ تمام صفات کے پورے پورے منظر بن گئے۔

مواہب لدنیہ زرقانی ص ۹۳ ج ۶ میں ہے :

يَا رِغَارِ كِيْ اَوَا ز | فعند ذالك ناداني مناد

ان ربك يوصلني - اس وقت مجھے ابو بکر کی آواز میں منادی نے ندا کی کہ ذرا ٹھہریں بے شک آپ کا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے۔ میں اس تفکر میں تھا کہ ابو بکر یہاں کیسے آئے؟ اچانک رب العالمین کی طرف سے ندا آئی: اُدُنْ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ اُدُنْ يَا اِحْمَدُ اُدُنْ يَا مُحَمَّدُ لِيَدُنَّ الْحَبِيبِ " اے سب مخلوق سے بہتر قریب ہو جائیے۔ اے احمد قریب آ، اے محمد قریب آ، قریب آئے حبیب، بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آواز میں فرشتہ بول رہا ہے یہ غلط ہے۔ بلکہ اللہ نے خود بلا واسطہ سے خطاب فرمایا حضرت امام زرقانی شرح مواہب ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ "وتأويله بان النداء من الملك بامر العلي يا باله المقام

كما لا يخفى بل العلي تعالى مخاطبه بلا واسطه۔ "

یہاں حضرت رضی اللہ عنہ کی آواز میں ندا کی سزا فرمائی ہے۔

بڑھ لے محمد! قرین ہو احمد! قریب! سرور محمد

نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام قاب قوسین پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری صلوٰۃ یہ تھی کہ میں کہہ رہا تھا: سُبْحَانَ سُبْحَانَ سُبْحَانَ رَبِّيَ حَمْدِي غَضَبِي اور حضرت ابوبکر کی آواز کے بارے فرمایا: موسىٰ عليه السلام کا ان عصا کیساتھ تھا اس لئے بوقت مناجات مَا تَلِكْ بِمِجْمِنِكَ يَا مُوسَىٰ کہہ کر عصا سے مشغول کیا اور آپ کا انس آپ کے صاحب ابوبکر کے ساتھ ہے اس لئے ہم نے ایک فرشتہ پیدا کیا جس نے ابوبکر کی آواز میں آپ کو خطاب کیا جبریل کی حاجت کے بائے میں فرمایا: کہ وہ بھی منظور ہے لیکن ان اشخاص کے حق میں جو آپ اور آپ کے صحابہ سے محبت کرے، اور زہمتہ المجالس ص ۱۵۱ ج ۲ میں یہ روایت بھی درج کی۔

لَمَنْ أَكْثَرَ مِنَ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَيْكَ - یعنی آپ پر زیادہ صلوٰۃ و سلام بھیجنے والوں کے لئے جبریل کے پر بھیں گے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پہاڑ پر

**کَلِيمٌ وَحَبِيبٌ عَلَىٰ نَبِيٍّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** رت تعالیٰ کو عرض کی کہ مجھے اپنے دیدار سے

مشفق فرما۔ "حکم ہوا لَنْ تَرَانِي وَ لَكِنْ اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي" تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ سکے گا اگر پہاڑ ٹھہر گیا تو مجھے دیکھ سکے گا۔ کلیم نے آرزو کی مگر زیارت نہ ہو سکی۔ پیانے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار پکار کر اپنے قریب فرمایا اور دیدار خاص سے نوازا کلیم نے صرف تجلی دیکھی اور وہ بھی چھوٹی انگلی کے پورے کے برابر۔ بلکہ طبقات کبریٰ شعرانی ص ۵۳ ج ۱ میں ہے۔ سوئی کے سوراخ کے ننانویں حصے کے برابر دیکھا اور وہ بند میں آکر گر گئے، حبیب کی شان یہ ہے کہ رت تعالیٰ کی پورے پورے تہمت سے زیارت کی فرمایا۔

وَمَا نَرَاغِ الْبَصِرَ وَمَا طَعْنَا اَعْلِيحَضْرَتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نِي فَرَمَا يَا ۵

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی  
کہیں تو وہ جوشِ لِن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

کشفِ تمم شفا شریف ص ۲۳ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا تَجَلَّى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ  
يُبْصِرُ النَّمْلَةَ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيْلَةِ الظُّلْمَاءِ مَسِيوَةَ عَشْرَةِ  
فَرَاسِخٍ " جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تجلی فرمائی تو آپ  
اندھیری رات میں دستِ فرلانگ یعنی تیس میل کی مسافت میں پتھر پر چوٹی دیکھ لیتے تھے  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند کی ذات کا دیدار نہیں ہوا صرف تجلی دیکھی  
اس کے باوجود جب ان کے علم و کشف میں اتنی فراخی ہوئی تو حضور سید عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم جنہوں نے رب تعالیٰ کی زیارت فرمائی، کے علم اور کشفِ تام کا کیا اندازہ ہو سکتا  
ہے۔ فرشتے ہماری نسبت غیب ہیں اور ان فرشتوں سے رب تعالیٰ غیب ہے یعنی  
فرشتے غیب ہیں اور اللہ تعالیٰ غیب الغیب ہے جیسے کہ تفسیر کبیر ص ۲۲ ج ۱ میں  
ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب غیب الغیب مخفی نہ رہا تو اور کون سا غیب ہے جو  
پوشیدہ ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ۵

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا  
جب خدا ہی نہ چھپا تم پر کروڑوں درود

زیارتِ خداوندی کے علاوہ معراج شریف میں علوم کا منکشف ہونا صراحتاً

بھی وارد ہے۔ مواہب لدنیہ زرقانی ص ۹۵ ج ۶، نزہۃ المجالس ص ۲۵ ج ۲

میں ہے۔ میری زبان پر ایسا قطرہ آیا جس سے زیادہ میٹھی کوئی چیز کسی نے نہیں  
چکھی فَاَنْبَاخِ اللّٰهُ بِهَا نَبَاً اَلَا وَاَلَيْسَ وَاَلَا حَسِبُ يَنْ . پس اس قطرے



کے بہت پہلے اور پچھلے لوگوں کی خبروں پر اللہ تعالیٰ نے مجھے خبردار کیا۔ مدارج النبوة ص ۱۶۹ ج ۱ میں اسی حدیث کو ذکر فرمایا اور کہا "و حاصل شد مرانبر اولین و آخرین" مجھے پہلوں اور پچھلوں کی خبر حاصل ہو گئی۔" پھر مدارج النبوة ص ۱۰، اچ اچر فآوحی الی عبده ما أوحی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: "تمامہ علوم و معارف و حقائق و بشارات و اشارات و اخبار و آثار و کرامات و کمالات کہ در حیطہ این ابہام شامل از کثرۃ و عظمت اوست کہ مبہم آوردہ بیان نہ کرد اشارات

ہاں کہ جز علم علام الغیوب و رسول محبوب ہذاں محیط نا تواند شد۔" اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تمام علم معرفتی حقیقی، خوشخبریاں، اشارے، خبریں آثار و کرامات اور کمالات جو "ما اوحی" کے ابہام میں داخل ہیں ان کی کثرت و عظمت کی وجہ سے ابہام و اجمال کے رنگ میں بیان فرمایا۔ اشارہ ہے کہ اللہ علام الغیوب اور رسول محبوب کے علم کے سوا کسی اور کا علم ان معلومات کا حاصل نہیں کر سکتا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہ

قصر دئے کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں  
روحِ قدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں۔

نزہۃ المجالس ص ۱۵، ج ۲ میں مقام قاب قوسین کے مکالمہ **وسیلہ جلیلہ** مبارکہ کی ایک طویل حدیث ہے۔ اس سے وہ جملے ذکر کرتا ہوں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضراتِ انبیاء کرام کے لئے وسیلہ جلیلہ ہونا ثابت ہے۔  
یا محمد لولا انہ اشرق علیہ نور صبرک الذی تقاد مر ما  
قلنا لیلئلا بک اسجدوا لادم" اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کے  
سابق راز و الانور حضرت آدم علیہ السلام پر نہ چمکتا تو ہم فرشتوں کو اسجدوا  
لادم نہ فرماتے۔

۲۔ اِنَّمَا رُفِعَ اِدْرِيسُ اِلَى السَّمَاءِ لِيَنْظُرَ اِلَيْكَ "حضرت ادریس

علیہ السلام آسمان کی طرف آپ کی زیارت کے لئے اُٹھائے گئے۔"

۳۔ لَوْلَا اَنْتَ اَقْسَمَ عَلَيْنَا بِجَمَالِكَ لَمَّا نَجَا۔ اگر نوح علیہ السلام

ہمیں آپ کے جمال کی قسم نہ دیتے تو وہ نجات نہ پاتے۔"

۴۔ يَا عَزَّ الْمَخْلُوقَاتِ وَيَا اَشْرَفَ الْمَوْجُودَاتِ لَوْلَا اَنْتَ

اَشْرَقَ عَلَيْهِ نُورٌ وَجْهِكَ الْكَرِيمِ مَا نَجَّاهُ مِنْ نَارِ النَّمْرُودِ

وَلَا فِدَىٰ ابْنُ بَدِيحٍ عَظِيمٍ "اے تمام مخلوقات سے زیادہ معزز

اے تمام موجودوں سے زیادہ بزرگ! حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آپ کے کریم چہرے

کا نور نہ جگمگاتا تو وہ نمرود کی آگ سے نجات نہ پاتے اور ان کے لڑکے اسماعیل کا

فدیہ ذبیح عظیم نہ بنتا۔" اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ۵

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹی ہے کوہن میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

باوجود اختلاف الفاظ و معانی احادیث معراج کو دیکھنے

سے یہ امر قدر مشترک حد تو اتر کو پہنچتا ہے کہ حضور

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے لئے پچاس نمازیں عطا ہوئیں۔ آپ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کے پاس آتے وہ تخفیف کرانے کا مشورہ دیتے۔ آپ واپس جاتے متعدد بار

اس طرح آنے جانے کے بعد پانچ نمازیں باقی رہیں۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہماری

مدد نہ فرماتے تو ظاہر ہے کہ ہمیں پچاس نمازیں پڑھنی پڑتیں اور بے نمازوں کو پچاس

نمازیں ترک کرنے کا گناہ ہوتا۔ باوجودیکہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال

کو ڈیڑھ ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا، انہوں نے مدد فرمائی اور وہ مدد کامیاب

کھڑی ثابت ہوئی تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مقرب بن خدا تعالیٰ اس دنیا سے بردہ نوح

ہونے کے بعد بھی مدد کرتے ہیں۔

جو لوگ محبوبانِ خدا کے بعد از وصال کی امداد و وسیلہ کے  
**ایک عظیم فیصلہ** مستکر ہیں انکو چاہیے کہ یا تو وسیلہ و امداد کا اقرار کر  
 لیں یا پچاس نماز پڑھا کریں کیونکہ پچاس نمازوں سے پانچ کا ہونا موسیٰ علیہ السلام کے  
 وسیلہ جلیلہ سے ہوتی ہے۔

اس فیصلہ کو اگر کوئی مرد مجاہد پورا کرے تو خلقِ خدا روزانہ کے جھگڑوں سے  
 نجات حاصل کر لے گی کیونکہ وسیلہ امداد ہی بہت سے مسائل کے درمیان نزاعی مسئلہ ہے  
 اگر مخالفین اسے نہیں مانتے تو پچاس نمازوں کے لئے لوٹا برادری سے نہ انہیں فرصت ملے  
 گی نہ خلقِ خدا تنگ کریں گے۔

شب معراج جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض  
**شانِ صریحہ عن رقیق** کی کہ آپ کی تصدق ابو بکر کرے گا وہ بڑا سچا ہے۔  
 مدارج النبوة ص ۲۱۱ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علی الصبح جب خبر دی کہ میں آج رات بیت المقدس سے آیا ہوں۔ ایک کافر ابو جہل  
 دوڑتا ہوا ابو بکر صدیق کو کہنے لگا کہ اب بھی تو اپنے صاحب کی تصدق کرے گا۔ وہ کہتا ہے  
 کہ میں ایک ہی رات میں بیت المقدس سے ہو کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں تصدق  
 کرتا ہوں "اگر گوید کہ برآسمان رستم و باز آدم تصدق سے کم چہ جائیکہ بیت المقدس  
 یعنی اگر فرمائیں کہ میں آسمان پر گیا اور واپس آیا ہوں تو بھی تصدق کروں گا۔"

**عرشِ حق ہے مسندِ رسول اللہ کی**

جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس

ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر پہنچنے کے متعلق بعض حضرات نے کہا کہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فتوحاتِ مکہ میں اور علامہ شعرانی نے فتوحات سے (الیواقیت و الجواہر ص ۲۳۱) میں صحیح حدیث ، حتی ظہرت لمستوی (حتی کہ میں مستوی پر پہنچا) میں مستوی سے مراد عرش معلیٰ الیا۔ مکہ مکرمہ سے عرش تک کی مسافت تین لاکھ سالوں کی بتائی گئی ہے جس طرح تفسیر رُوح المعانی ص ۱۱۵ اور نزہۃ المجالس ص ۱۶۰ ج ۲ میں مذکور ہے۔ یہ ایک ظاہری عقلی اندازہ ہے ورنہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے کہیں اونچا ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۵۔

عرش پہ جا کے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آگیا  
اور ابھی منزلوں پر پہلا ہی آسمان ہے

آئی مسافت بعید اور مشاغلِ جلیلہ کے باوجود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس گئے تو بترگرم تھا (نزہۃ المجالس ص ۱۶۰ ج ۱) تفسیر رُوح المعانی ج ۱)۔ یہ بحث بظاہر شانِ اقدس کے منافی محسوس ہوتی ہے۔

**شق صد پاک** | بالخصوص حظ الشیطان (شیطان کا حصہ) اسی لئے شق الصد کا نام سنتے ہی دل لرز جاتا ہے اسی سے بعض دشمنانِ اسلام عوام کو بہکانے کا کافی مواد مل جاتا ہے اسی لئے فقیر یہاں مختصراً اس پر بحث کرتا ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب "سیرت حبیب کبریا" میں دیکھئے

**مشوق صد پاک ابنِ جدیت شریف** | مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس اُوپر سے نیچے تک چاک کیا۔ اور قلبِ مبارک باہر نکالا۔ پھر اسے شکاف دیا۔ اور اُس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا۔ اور کہا

کہ آپ کے اندر یہ شیطان کا ایک حصہ تھا۔

نسیم الریاض میں ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا۔  
**تثقیل صدقہ کی حکمت** کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں خون کا لو تھڑا پیدا

فرمایا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دل میں جو کچھ شیطان ڈالتا ہے یہ لو تھڑا اس کو قبول کرتا ہے جس طرح قوتِ سامعہ آواز کو اور قوتِ باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوتِ شامہ خوشبو، بدبو کو اور قوتِ ذائقہ ترشی تلخی وغیرہ کو اور قوتِ لامسہ گرمی، سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے اسی طرح دل کے اندر یہ منجمد خون کا لو تھڑا شیطانی دوسوسوں کو قبول کرتا ہے، یہ لو تھڑا جب حضور علیہ السلام کے قلبِ مبارک سے دور کر دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی جو اقلانے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو۔

(ف) علامہ تقی الدین فرماتے ہیں، اس حدیثِ پاک سے یہی مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں شیطان کا کوئی حصہ کبھی نہیں تھا۔

سوال :- جب یہ بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ میں اس خون کے لو تھڑے کو کیوں پیدا فرمایا، کیونکہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذاتِ مقدسہ میں اسے پیدا نہ فرمایا جاتا۔

جواب :- اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیہ میں سے ہے لہذا اس کا پیدا کرنا خلقتِ انسانی کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ اور اس کا نکال دینا یہ ایک امرِ آخر ہے، جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔ اگر یہ لو تھڑا نہ ہوتا تو آپ کی بشریت ناقص ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ہر نقص سے پاک پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسکی نظیر بدنِ انسانی میں اشیائے زائدہ کی تخلیق ہے۔ جیسے قلف کا ہونا، ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اسی طرح بعض

دیگر زائد چیزیں جن کا پیدا ہونا بدن انسانی کی تکمیل کا موجب ہے اور ان کا ازالہ طہارت  
 لطافت کے لئے ضروری ہے، مختصر یہ کہ ان اشیاء زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا  
 تکملہ ہے اور ان کا زائل کرنا کمالِ تطہیر و تنطیف کا مقتضی ہے۔

(شرح شفاء ملا علی قاری جلد اول ص ۲۴۲)

اگر پیدائشی طور لو تھڑا نہ ہوتا تو آپ کی بشریت مبارکہ یوں معیوب ہوتی جیسے کسی  
 کے پیدائشی ناخن نہ ہوں۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عیب سے پاک ہیں  
 خواہ وہ جس حیثیت سے بھی ہو۔

جواب ۲ :- چونکہ ذات مقدسہ میں حظ شیطانی باقی ہی نہ تھا۔ اس لئے حضور

علیہ السلام کا ہمزاد مسلمان ہو گیا تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ :

”وَلَكِنْ أَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُ فِي الْأَخْسِيْرِ“ میرا ہمزاد

مسلمان ہو گیا۔ لہذا سوائے خیر کے وہ مجھے نہیں کہتا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں :

**نکتہ** کہ قلب ہمزاد میوہ کے ہے جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی

پر قائم ہوتا ہے اور اسی سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے، اسی طرح وہ منجھ خون قلب انسانی

کے لئے ایسا ہے جیسے چھو ہارے کے لئے گٹھلی۔ اگر ابتداءً اس میں گٹھلی نہ ہو تو وہ

پختہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن پختہ ہو جانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نکال

کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ چھو ہارے کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی

کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی؟

اسی طرح اگر یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ قلب اطہر میں خون کا وہ لو تھڑا اسی طرح

تھا جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا کھجور کے دانہ میں گٹھلی ہوتی ہے اور قلب اطہر سے

اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر باہر پھینک دیا گیا جیسے کھجور اور انگور سے بیج اور

گٹھلی کو نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوگا کہ اس لوٹھڑے کو قلب اطہر میں ابتداءً کیوں پیدا کیا گیا؟ نسیم الریاض شرح شفا بقاضی عمیاض ص ۳۳۳

سوال :- فرشتوں نے حضور علیہ السلام سے یہ کیوں کہا کہ هَذِهِ حَظُّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ — ؟

جواب :- اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کی ذات پاک میں واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے، نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ذات پاک ہر شیطانی اثر سے پاک اور طیب و طاہر ہے بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ کی ذات پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی ہو سکتی، تو وہ یہی خون کا لوٹھڑا تھا۔ جب اس کو آپ کے قلب مبارک سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس کے بعد آپ کی ذات مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو، خلاصہ یہ کہ الفاظ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ کی ذات مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ ہوتا تو یہی خون کا لوٹھڑا ہو سکتا تھا۔ مگر جب یہ بھی نہ رہا گیا تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذات مقدسہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو اس لوٹھڑے کے ساتھ شیطان کے متعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس میں بھر دیا گیا۔ ایمان و حکمت اگرچہ جسم و صورت سے متعلق نہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں متمثل فرما دیا۔ اور یہ تمثیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انتہائی عظمت و رفعت شان کا موجب ہے۔

شق صدر مبارک کی حکمت | شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ

اقدس کے شق کئے جانے میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلبِ اطہر میں ایسی قوتِ قدسیہ بالفعل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالمِ سموات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدارِ الہی سے مشرف ہونے میں کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

علاوہ ازیں شقِ صدرِ مبارک میں ایک حکمتِ بلیغہ یہ بھی ہے تاکہ امت کے لئے حضورؐ

### مسئلہ حیاتِ نبی پر استدلال

صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہو گئی کیونکہ عادتاً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبضِ روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ روح حیات کا مستقر قلبِ انسانی ہے۔ لہذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے۔ تو وہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک سینہٴ اقدس سے باہر نکالا گیا۔ پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، صاف کر دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حضورؐ علیہ السلام بدستور زندہ رہے۔ جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبضِ روحِ مبارک کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ کیونکہ جس کا دل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ ہے۔ اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

جبریل علیہ السلام نے شقِ صدرِ مبارک کے بعد قلبِ اطہر کو جب زمزم کے پانی

### قلبِ مبارک میں آنکھیں اور کان

سے دھویا تو فرمانے لگے :

قلبِ مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو

قَلْبٌ سَدِيدٌ فِيهِ عَيْنَانِ  
تُبْصِرَانِ وَ اِذْ نَابِ



تَشْمَعَانِ (فتح الباری جلد ۱۲ ص ۱۱۱) دیکھتی ہیں اور دُکّان ہیں جو سنتے ہیں۔

قلب مبارک کے یہ کان اور آنکھیں عالم محسوسات سے وراء الوریاء

حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

**فائدہ**

نے فرمایا:

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ      میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے  
وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ      اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

جب اللہ تعالیٰ نے بطور

وہابیہ کے ایک غلط استدلال کا ازالہ **خرق عادت حضور علیہ السلام**

کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرمادئے۔ تو اب یہ کہنا کہ وراء عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور سننا ایسا ناہے۔ دائمی نہیں۔ قطعاً باطل ہو گیا۔ جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور ایسا ناہو سکتا ہے؟ البتہ حکمت الہیہ کی بنا پر کسی امر خاص کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

سوال :- وہابی دیوبندی شق صدر سے ثابت کرتے ہیں کہ حضور سمارے ،

جیسے بشر ہیں نور نہیں تھے ؟

جواب :- دیوبندی بریلوی اختلاف سے صدیوں پہلے بعینہ یہی اعتراض لکھ

کر علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض وہ لوگ جو یہ دہم کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے۔ لیکن

یہ وہم غلط اور باطل ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے۔

وَ كَوْنَهُ مَخْلُوقًا مِنَ النُّورِ لَا يَتَنَا فِيهِ كَمَا تَقُولُ هُمْ

نسیم الریاض شرح شفا، قاضی عیاض جلد ۲ ص ۱۲۸

شوق صدر مبارک سے تو  
مسکِ حقِ اہلسنت کی روشن دلیل، مسکِ حقِ اہلسنت کی

بہت بڑی تائید ہوئی کیونکہ ہم نبی پاک کو بے مثل بشر بھی مانتے ہیں اور نور پاک بھی اور جو بشریتِ عیوب و نقائص بشریت سے پاک ہو، اس کا ہونا نورانیت کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرماتا مقدس اور پاکیزہ بشریتِ مطہرہ کی دلیل ہے۔ اور باوجود سینۂ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ چنانچہ علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

فَلَمْ يَكُنِ الشَّقُّ بِاللَّيْلِ شَقٌّ صَدْرُ كَسَى آلِهِ مِنْ نَهْتَهَا - نَهْ اس شِغَا

وَلَمْ يَسَلِ الدَّهْرُ - سے خون بہا۔ (روح البیان جلد ۵ ص ۱۰۶)

حضور علیہ السلام کی خلقت نور سے ہے۔ اور بشریت ایک لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری

احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوال بشریہ پر غالب کر دے۔ بشریت نہ ہوتی تو "شوق" کیسے ہوتا۔ اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا۔ اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا (جیسے غزوہ احد میں) تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا اور جب

خون نہ بہا (جیسے یلۃ المعراج شوق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

مسئلہ :- جسمانی معراج کا بھی یہی حال ہے کہ تینوں میں سے کوئی چیز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتی۔ لیکن بشریت کا ظہور، کہیں نورانیت کا اور کہیں حقیقت محمدیہ

کا یعنی صورتِ حقیقہ کا (معراج النبی)

بعض فرقوں نے آسمانوں سے اُپر کے

معراج کا انکار کیا ہے، ایسے ہی عرش

پر لیجانے کا بھی یہ ان موجودہ فرقوں کی شانِ نبوت سے بے خبری کی علامت ہے  
ورنہ یہ تو محققین کا مسلم مسئلہ ہے کہ عرشِ دکرسی اور لوح و قلم وغیرہ ہمارے نبی پاک  
صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ اقدس کی جھلکیاں ہیں، چنانچہ امام المحدثین امام بخاری کے  
استاد محدث عبد الرزاق اپنی تصنیف میں جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے  
ایک طویل حدیث لائے ہیں اور اس حدیث شریف کو تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہے  
اسی حدیث پاک میں ہے:

سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پس  
عرش، کرسی، کمرہ بیون، روحانیون،  
ساتوں آسمانوں کے فرشتے، جنت اور  
اس کی نعمتیں، سورج، چاند، ستارے  
عقل، علم، توفیق، انبیاء اور رسول  
کی ارواح شہداء اور صالحین سب کے  
سب میرے نور سے ہیں۔

فالعرش والكرسى من  
نورى و الكروبيون من  
نورى والروحانيون من الملائكة  
من نورى وملائكة السموات سبع  
من نورى والجنة وما فيها من انعم  
من نورى والشمس والقمر والكواكب  
من نورى والعقل والعلم والتوفيق

من نورى و ارواح الانبياء والرسول من نورى والشهداء والصلحاء  
من نتائج نورى (الحدیث) جو اہل بحار ستیدی یوسف ابنہانی جلد ۴ ص ۲۷۷  
لہذا ان میں سے کوئی چیز بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے باعثِ شرف  
عروج نہیں ہو سکتی۔

سیدی علامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انڈ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
یتشرف بہا مدخل لابن  
الحجاج (جلد ۱، صفحہ ۱۵۰)

تمام اشیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
سے شرف حاصل کرتی ہیں نہ کہ  
آپ کسی شے سے۔

اور یہ ہی حضرت فرماتے ہیں :

اللاتری الی ما وقع من  
الاجماع علی ان افضل البقاع  
المواضع الذی ضم اعضاء

اے ایمان والے تو اس بات کی طرف  
نہیں دیکھتا کہ اجماع واقع ہوا ہے  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

الکریمۃ صلوات اللہ علیہ وسلم  
بلکہ آئمہ احناف میں سے صاحب "در المنہار" نے تو تصریح کر دی ہے کہ :

قبر انور تمام مقامات سے افضل ہے

ما ضم اعضاء لأعلیٰ الصلوٰۃ  
والسلام فانه افضل مطلقا

جو جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اعضاء شریفہ سے ضم کئے ہوئے

حتی من الکعبۃ والعرش والکرمی  
(در المنہار جلد ۱ ص ۱۰۱)

ہے وہ علی الاطلاق افضل ہے یہاں  
تک کہ کعبہ، عرش اور کرسی بھی۔

لہذا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا براق پر سوار ہونا آپ کا عروج نہیں بلکہ براق  
کو عروج عطا فرمانا ہے۔ ملائکہ کا لگام اور رکاب تھامنا ملائکہ کا عروج ہے۔ اور  
بیت المقدس کی طرف سفر کرنا بیت المقدس کا عروج ہے جیسا کہ علامہ نجم الدین غیاثی  
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

قال ابن وحیہ یحتمل ان  
یکون الحق سبحانہ تعالیٰ اراد  
ان لا یغلی تریبہ فاضلہ من  
مشہدہ ووطد قدمہ فتم

ابن وحیہ فرماتے ہیں کہ بیت المقدس  
کی طرف سفر کرنے میں ایک احتمال  
یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس  
بات کا ارادہ فرمایا کہ اس زمین

تقدیس بیت المقدس  
بصداق سیدنا محمد  
صلی اللہ علیہ وآلہ  
المعراج اکبر  
سیدی نجم الدین  
غیظی ص ۱۳

کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
تشریف آوری اور آپ کے قدموں  
کی برکت سے محروم نہ رکھے، پس  
اس لئے بیت المقدس کی تقدیس  
کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کی نماز سے پورا فرمایا۔ اسی طرح،  
جہاں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم تشریف لے گئے اور جن جن  
سے آپ نے ملاقات فرمائی سو  
یہ ان کے حق میں معراج تھا نہ کہ  
سرورد و غامہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کے حق میں۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ شب معراج جہاں سے حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ  
علیہ وسلم وہاں کی اشیاء کو معراج ہوتی گئی۔ آپ صرف اور صرف ذات حق تعالیٰ  
کے دیدار پر انوار اور دیگر رموز و اسرار سے مشرف ہو کر معراج پائی۔

جب حضرت جبریل علیہ السلام ٹھہر گئے تو سبز رنگ کا ایک

تخت نما ہوا جس کا نام رُفْرُف ہے اسکے ساتھ ایک

**رُفْرُف**

فرشتہ بھی تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور الصلوٰۃ والسلام کو رُفْرُف والے  
فرشتے کے سپرد کیا (ایواقیت و الجواہر ج ۲ ص ۱۱۱) ایک روایت میں آیا ہے کہ  
تَدَلَّى كَا فَاعِل رُفْرُفٌ هُوَ اور دَنَى كَا فَاعِل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں  
دَنَى رُفْرُفٌ دَنَى كَا فَاعِل ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے

رفرف نیچے اتر آئی حتیٰ کہ آپ اس میں بیٹھ گئے پھر حضور علیہ والسلام اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور اقرب درجہ سے شرف پایا (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۴۴) پس ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ من تنہا رواں شدم کہ وجاہا قطع مے کردم تا ہفتاد ہزار حجاب بگذاشتم کہ ہر حجابے پانصد سالہ راہ بود و ما بین ہر دو حجاب پانچصد سالہ راہ دیگر و روایتے آنست تا آنجا کہ براق مرکب بود چوں این جا رسید براق باند و انگاہ رفرف سبزے ظاہر شد کہ ضیائے وئے بر ضیائے آفتاب غائب آمد (معارف ج ۳ ص ۱۵۰) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اکیلا روانہ ہوا اور بہت حجاب طے کئے یہاں تک کہ ستر ہزار حجابوں سے گزر ہوا۔ کہ ہر ایک حجاب کی موٹائی پانچ سو برس کی راہ تھی۔ اور دونوں حجابوں کے فاصلہ پانچ سو برس کی راہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری براق یہاں پہنچ کر تمھک گیا اس وقت سبز رنگ کا رفرف ظاہر ہوا۔ جسکی روشنی سورج کو ماند کرتی تھی۔ آپ اس رفرف پر سوار ہوئے۔ اور چلتے رہے۔ حتیٰ کہ عرش کے پایہ تک پہنچ گئے اس کے بعد بہت سے حجابات سامنے آئے ازاں جملہ ان میں سے ستر ہزار حجاب سونے کے تھے ، ستر ہزار چاندی کے ، ستر ہزار مروارید کے ستر ہزار زمرد سبز کے ، ستر ہزار یاقوت سرخ کے ، ستر ہزار حجاب نور کے ستر ہزار حجاب ظلمت کے ، ستر ہزار پانی کے ، ستر ہزار خاک کے ، ستر ہزار حجاب آگ کے ، ستر ہزار حجاب ہوا کے تھے۔ کہ ہر حجاب کی موٹائی ایک ہزار سال کی راہ تھی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ رفرف ان حجابوں سے گذرتی ہوئی پردہ داراں عرش تک لے گئی وہاں ستر ہزار پردہ دیکھا۔ ہر پردہ کا ستر ہزار زنجیر تھا اور ہر زنجیر کو ستر ستر ہزار فرشتوں نے گردن پر اٹھا رکھا تھا کہ وہ فرشتے اس قدر قد آور تھے کہ ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک

ستر ہزار برس کی راہ تھی۔ اور یہ پردہ بعضے مردارید کے بعضے یا قوت کے ، بعضے ہوا کے تھے۔ اور ہر پردہ پر ایک فرشتہ ملازم تھا، کہ ستر ہزار فرشتے جن کا ذکر ابھی گزرا ہے۔ سب اس کے تابع تھے اس رفرف نے آپ کو جنابات سے پار پہنچایا اور پھر غائب ہو گیا۔ اس کے بعد ایک صوت گھوٹے جیسی ظاہر ہوئی۔ جو کہ دانہ مروارید سفید کی طرح تھی۔ تسبیح کہتی تھی۔ اور اس کے نئے سے نور کے فوارے نکلتے تھے۔ اٹھایا اور ان ستر ہزار پردوں سے گزرا جو عرش سے ورانے تھے۔ اور ساق عرش تک پہنچا معارج النبوة ج ۳ ص ۱۵۳) یاد رہے کہ نزہتہ الجاس میں امام صفوری پانچ سواریوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کسی نے دو سواریوں کا ذکر کیا ہے۔ اور کسی عالم نے تین سواریوں کا ذکر کیا ہے۔ جتنی روایات جس کے پاس تھیں۔ اس قدر بیان کیا ہے۔

عرشِ حق ہے مسند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی | عرش کو اٹھانے والے چار فرشتوں

پر گزر ہوا۔ جس کو حاملین عرش کہا جاتا ہے۔ ہر ایک کے سر پر چوبیس کنگیاں تھیں۔ ہر ایک کی موٹائی پانچ سال کی مسافت تھی۔ ان کا وظیفہ یہ تھا۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

دورِ حاضرہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ماننے والے انتہا میں کم ظرفی کا نتیجہ آپ کے ذات نہ چھپی تو باقی کو نہ ماننے کا

کیا معنی؟ ہم ذیل میں صرف چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ تفصیل فقیر کے رسالہ ”عرشِ شہ“ میں ہے۔

امام قسطلانی نے مواہب شریف میں لکھا ہے۔ وَلَمَّا انْتَهَى

اَلِی الْعَرْشِ تَمَسَّكَ الْعَرْشُ بِأَذْيَالِهِ (مواہب

لذیہ ج ۲ ص ۲۴) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر پہنچے تو عرش الہی کو آپ  
 نے دامن سے دباستگی تھی۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرَى بِي بَرَجٍ لِي مَغِيَّبٍ فِي نُورِ الْعَرْشِ  
 (زر قانی ج ۱ ص ۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ معراج کی رات  
 میں ایک ایسے شخص پر گزرا جو عرش کے نور میں غائب تھا۔ اور سنیے،  
 حَيْثُ كَانَ الْعَرْشُ أَعْلَى مَقَامٍ يَنْتَهَى إِلَيْهِ مِنْ أُسْرَى  
 بِهِ مِنَ الرَّسُلِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ وَهَذَا  
 يَدُكَ عَلَى أَنَّ الْأُسْرَى كَانَ بِجَسَدِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 (یواقیت و الجواہر ج ۲ ص ۳) جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استواء پر عرش  
 کو اپنی تعریف کا سبب بنایا اس طرح اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش  
 پر بلند کر کے ان کی عظمت کا اظہار فرمایا کیوں کہ عرش وہ برتہ مقام ہے جہاں  
 معراج کرنے والے تمام نبیوں کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت  
 ہوتا ہے کہ آپ کی معراج جسمانی تھی۔ اس لئے کہ جسمانی معراج ہی سے عظمت  
 ظاہر ہوتی ہے۔ قَالَ الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ الرَّفَاعِيُّ صَبَّحْتُ  
 فِي الْفَوْقَانِيَّاتِ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ أَلْفِ عَدْمِشٍ فَبَقِيَ لِي إِرْحَجُ  
 لَا وَصُولَ لَكَ إِلَى الْعَرْشِ الَّذِي عُرِجَ بِهِ مُحَمَّدٌ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بر اس ص ۴۴)

حضرت ابو الحسن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں (حالت مراقبہ میں رُحلی  
 طور پر) عالم بالا میں چڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ سات لاکھ عرش سے گزر گیا۔ پھر مجھے  
 کہا گیا۔ آپ واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ جس عرش پر حضرت محمد رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ وہاں تو نہیں پہنچ سکتا ہے



سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک لے تاج والے  
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف تیرے تھے  
ضیائیں کچھ عرش پر یہ ایسی کہ ساری قندیلیں جھللا میں سے  
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ اپنا منہ دیکھتے تھے

عَنْ أَبِي الْحَمْرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَمَّا أُسْرِيَ بِنِي إِلَى السَّمَاءِ إِذَا عَلَى الْعَرْشِ مَكْتُوبٌ لَا  
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ رِثْفَاءُ شَرِيفٍ جَامِعٍ

حضرت ابو الحمراء سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے فرمایا۔ جب مجھے آسمان پر معراج ہوئی تو عرش پر لکھا ہوا تھا:  
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین  
سمیت عرش بریں پر تشریف لے گئے

اس کے چند حوالہ جات حاضر ہیں:

① جب سرور کونین و مکان صلی اللہ علیہ وسلم عرش بریں پہ پہنچے تو جناب الہی  
سے خطاب آیا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے چلے آؤ  
تب حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین مبارک اتارنی چاہی تو عرش مجید  
لرزہ میں آیا۔ اور آواز آئی کہ آئے میرے حبیب! اور نعلین مبارک پہنے ہوئے  
عرش پر قدم رکھئے۔ تاکہ آپ کے قدم کی دولت سے میرا عرش قرار پائے۔ حضور  
علیہ السلام نے عرض کی یا الہی! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا:

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ  
بِالنَّوَادِ الْمُقَدَّسِ  
تپس آپ جوتے اتار دو اس  
لئے کہ تحقیق آج اس مقدس

داری میں ہیں جس کا نام طوی ہے  
 جب تیرا عرش کوہ طور سے کئی درجے افضل ہے۔ میں کس طرح بمع نعلین عرش  
 پر چلا آؤں تب حکم ہوا کہ اے میرے حبیب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین  
 اتارنے کا اس لئے حکم ہوا تھا کہ طور سینا کی خاک اس کے قدموں کو لگے اور موسیٰ  
 علیہ السلام کی شان بلند ہو۔ اور آپ کو بمع نعلین عرش پر آنے کا حکم اس  
 لئے ہوا ہے تاکہ آپ کی نعلین کی خاک عرش کو لگے۔ اور عرش کی عظمت زیادہ ہو۔  
 (قصص الانبیاء صفحہ ۲۸)

۲ — امام الصوفیہ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا کہ ۵  
 عرش است کین پایہ ز ایوان محمد  
 ترجمہ: عرش حضور کے ایوان نبوت کا ایک ادنیٰ پایہ ہے  
 (ف) جس کے ایوان نبوت کا عرش ایک ادنیٰ پایہ ہو وہ اگر نعلین پاک سے  
 اس پایہ کو مشرف فرمائیں تو کیا بعید ہے۔ کسی شاعر نے کہا ۵  
 نعلین پائے اور ابر عرش گونگاہ کن  
 جاہل کہ در نیاید معنی استوار را  
 ترجمہ: آپ کی نعلین پاک عرش پر ہے اسے دیکھ لیکن جاہل استوار علی العرش  
 کا معنی سمجھ نہیں آیا۔ کسی اور دوسرے شاعر نے کہا ۵  
 جب قریب عرش پہنچے شافع روز جزا  
 دل میں خیال آیا ہو نعلین پاؤں سے جدا  
 پھر ندا آئی بھلا کیا قصد ہے یہ آپ کا  
 کیوں جھکتے ہو بمع نعلین آؤ مصطفیٰ  
 عرض کی محبوب نے اے خالق جن و بشر

کیا سبب تھا طور پہ جب تو ہوا تھا جلوہ گر  
 حکم موسیٰ کو ہوا نعلین پانہ طور پر  
 حکم مجھ کو یہ ہوا نعلین پاؤں ادھر  
 پھر ندا آئی ذرا اس بات پر بھی غور ہو  
 تم کہاں موسیٰ کہاں وہ اور تھے تم اور ہو  
 تیرے صدقے عرش پیدا تم ہمارے نور ہو  
 بات تو یہ ہے کہ تم نور چراغ نور ہو

نعلین بپا عرش پر جلوہ گر ہونے کی یہ روایت کہ "آپ نے  
 نعلین اتارنی چاہی اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نعلین نہ اتارئے  
 علماء سلف میں سے امام ابن ابی جمہرہ اس کے قائل ہیں۔ (جو اہر البجاری فی فضائل البتی  
 المنہار صلی اللہ علیہ وسلم)

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کو نعلین اتارنے کا حکم نہ ہوا  
 جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم ہوا۔  
 جیسا کہ علامہ بنہانیؒ کی رباعی ہے ۵

عَلَى رُؤُوسِ هَذَا الْكُوفِ نَعْلُ مُحَمَّدٍ  
 عَلَتْ بِجَمِيعِ الْخَلْقِ تَحْتَ ظِلِّهِ  
 نَدَى الطُّورِ مُوسَى نُودِيَ إِخْلَعُ وَاحِدًا  
 عَلَى الْعَرْشِ لَمْ يُؤْذَنْ بِإِخْلَعِ نَعَالِهِ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کی یہ شان ہے کہ  
 جب آپ معراج پر گئے تو نعلین مبارک سب کائنات کے اوپر تھی۔ اور  
 تمام مخلوق اس نعلین مبارک کے سایہ کے نیچے تھی۔ اور کوہ طور پر حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو نذا ہوئی کہ آپ نعلین پاک اُتار دیجئے۔ اور حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر نعلین مبارک اُتارنے کا اذن نہ ملا۔

قال بعضُ اکابر الصوفیۃ مجیباً عن ذالک انَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لما خاطبته

اللهُ تعالى عرق لعظیم الهیبة حتى تنازل الجُزءُ  
البشری من جسدہ الشریف حتى صار كالنعلین

فی رجبلیہ فہم رسولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم ان ینزل علیہما

فنادا لا الله تعالى لا تخلع الی اخرہ و ذالک لانه

لوخلعہما صار نوراً و حانیا لا ینزل الی الارض

والله سبحانہ و تعالیٰ اذ انزل ولہ لیدعو لتوحیدہ

فانہم فان هذا من الاسرار الخفیۃ التی ما اطلع علیہا

الا الخواص من الالیاء رضی اللہ عنہم اجمعین

(جو اہل البہار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۱۱)

اس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ بعض اکابر صوفیاء نے اس بات کا جواب دیتے

ہوئے کہا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ اس مسئلہ کی تحقیق کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے نعلین مبارک اُتارنی چاہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نعلین

کو نذا تارئے۔ تو اس بزرگ نے اس روایت کی یہ تاویل بتائی کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا تو آپ کو عظمت ہیبت کی

وجہ سے پسینہ آگیا۔ حتیٰ کہ آپ کی بشری جسد آپ کے جسم اقدس پر سے

اُتری یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں میں نعلین کی طرح ہو گئی۔ پس حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُتارنے کا قصد فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو

فرمایا کہ "اُحْتَبَا نُهُ اتَا رِيَّ" اور یہ حکم اس لئے ہوا کہ اگر آپ اس کو اتار دیتے تو آپ محض روحانی نور رہ جاتے اور زمین پر نہ اترتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ آپ زمین پر نازل ہوں تاکہ آپ خدا کی توحید کی دعوت دیں۔ پس اسے مخاطب! اس مسئلہ کو سمجھ۔ کیونکہ یہ ایک پوشیدہ بھید ہے جس پر سوائے خاص اولیاء کے کسی کو اطلاع نہ ہوئی "اللہ تعالیٰ ان تمام اولیاء سے راضی ہو۔

حضرت علامہ اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ نے تفسیر روح البیان پ ۱ تحت آیت "فاخلع نعليك" ————— میں لکھتے ہیں کہ:

وقيل للحبيب تقدم على بساط العرش بنعلك  
ليشرف العرش بغبار نعال قد هيك ويصل  
نور العرش ياسيد الكونين اليك

مہربوب (علیہ السلام) کو کہا گیا کہ آپ عرش کی بساط پر اپنے نعلین مبارک سمیت آئیے تاکہ عرش آپ کے جوڑے مبارک کے غبار سے مشرف ہو کر عزت پائے اور بلا واسطہ عرش کا نور آپ تک پہنچ سکے۔

اس کے بعد ہی امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مقام محمدی مقام موسوی سے از بس بلند ہے اسی لئے بادشاہوں کے دربار کے آداب کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم ہوا، اس لئے کہ بادشاہوں کے دربار میں غلام یا برہمنہ حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعلین اتارنے کے بجائے عرش پر جوڑے سمیت تشریف لے گئے۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا  
بلال رضی اللہ عنہ بہشت میں جوڑے سمیت

بہشت میں جوڑے سمیت موجود ہونا بتاتا ہے کہ غلام اگر بہشت کو جوڑے سمیت جا سکتے ہیں تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم

بطریق اولیٰ جوڑے سمیت عرشِ معلیٰ پہ جا سکتے ہیں، بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جوڑے کی تصریح عرشِ معلیٰ پہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوڑے سمیت تشریف لیجانے کی طرف اشارہ کرتی ہے (واللہ اعلم)

آپ کی نسبت کی قدر و منزلت سے پتہ چلتا ہے کہ  
**عقلی دلیل** | آپ کا جوڑے سمیت عرشِ معلیٰ پہ تشریف لیجانا بعید

از قیاس نہیں۔

**اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور روایت نعلین بیا بر عرش کا انکار**

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے نعلین مبارک سمیت عرش پہ جانے کا انکار نہیں فرمایا بلکہ روایت کو بے سند بتایا ہے، روایت کو بے سند کہنا نفسِ مستبد سے کب انکار لازم آتا ہے، اسکی تفصیل فقیر کے رسالہ عرشہ میں دیکھیں

ہم کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کو  
**سیدار الہی** | بیداری میں سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ جو لوگ شبِ معراج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور ہمگامی کا انکار کرتے ہیں ان کو اس مبارک سیر کا معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت کرنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا آسمان کا ذہن پر لانا۔ سید الوجود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیر مبارک کے متعلق اگرچہ ضمنی طور پر بہت سی کتابوں میں ذکر موجود ہے۔ مثلاً الشفا، للقاضی عیاض رضی اللہ عنہ اور

مواہب الدنیہ سیدی القطب القسطلانی اور بعض ائمہ اکرام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تحریر فرمائی ہیں ان میں سے ایک حافظ محمد بن یوسف الدمشقی ہیں جو کہ سیدی

جلال الملت والدین السیوطی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اور انکی کتاب کا نام :-

الآیات العظیمۃ الباہرۃ فی معراج سید اہل الدنیا والآخرۃ

اور امام الشیخ علی الاجہوری مالکی رضی اللہ عنہ، ہیں جن کی کتاب کا نام النور الوہاج فی الکلام علی الاسرار والمعراج ہے اور تیسرے سیدی علامہ نجم الدین غیثی ہیں ان کی کتاب کا نام "المعراج الکبیر" ہے لیکن مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسی سیر حاصل بحث اور تحقیق سیدی علامہ عبدالباقی شارح مواہب الدنیہ نے اپنی شرح زر قانی علی المواہب میں کی ہے، اس سے زائد کسی کتاب میں نہیں مل سکتی۔ زر قانی جلد ۶ صفحہ ۱ سے معراج شریف کا آغاز فرمایا ہے اور ۱۵۶ صفحات نذر قلم کئے ہیں۔

فقیر ان کتابوں و دیگر محققین کی تصانیف سے اثبات دیدار الہی میں چند اقتباس پیش کرتا ہے۔

سیدی ابوالقاسم قیشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

قال ابو الحسن النوری      ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے  
شاهد الحق القلوب      ہیں کہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوق کے  
فلما قلباً اشوق الیہ من      دلوں میں سب سے زیادہ محمد صلی اللہ  
قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم      علیہ وسلم کے قلب پاک کو اپنا مشتاق  
فاکرمة بالمعراج تجیلاً      پایا پس آپ کو اپنا دیدار اور  
للوویۃ والمکالمۃ (سابقہ قیشری)      ہمکلامی بخشنے میں عجلت فرمائی۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ دیدار الہی کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ

اور دیگر اکابر صحابہ قائل ہیں، امام قسطلانی نے لکھا کہ :

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اتَّجَسُّونَ أَنْ تَكُونَ الْخُلَّةُ  
لَا بُرَاهِيمَ وَالْكَلامُ لِمُوسَى وَالرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (مواہب لدنیہ ج ۶ ص ۳۷)





آئیں اور اعلیٰ مطلب اور عمدہ مسئلہ کہ دیدار ہے اس سے مشرف نہ کریں۔  
 (۶) — صاحب روح المعانی فرماتے ہیں :

ثُمَّ إِنَّ الْقَائِلِينَ بِاللُّزُومِيَّةِ اخْتَلَفُوا فِيهِمْ  
 مَنْ قَالَ إِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَأَى  
 رَبَّهُ سُبْحَانَكَ بَعِيْنِي (روح المعانی ج ۲، ص ۲۴۲)

پھر دیدار باری تعالیٰ کے قائلین اس مسئلہ میں مختلف ہیں، بعض کا مذہب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنی سر اقدس کی آنکھ مبارک سے دیکھا، اَنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ بَعِيْنِي وَأَسِيْدَهُ لَيْلَةَ الْأَسْرَاءِ اکثر علماء کے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو معراج کی رات میں اپنے سر اقدس کی دونوں آنکھوں سے دیکھا دوسری روایات جن سے قلب مبارک سے دیکھنے کا ثبوت ملتا ہے، وہ بھی حضرت ابن عباس سے روایت ہیں۔ چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حدیث شریف حضرت ابن عباس سے مروی ہے :

لَمْ أَرَ لَاحِظِي وَلَكِنْ رَأَيْتُ بِقَلْبِي مَرَّتَيْنِ  
 وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُئِلَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ  
 قَالَ رَأَيْتَهُ بَصُؤًا إِذِي رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ ابْنُ عَبَّاسٍ

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا، لیکن دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اس کو اپنے دل سے دیکھا ہے

اس حدیث کو ابن جریر نے روایت کیا ہے :  
 ثُمَّ إِنَّ الْمُرَادَ بِرُؤْيَةِ الْفُوَادِ رُؤْيَةَ الْقَلْبِ  
 لَا مَجْرَدِ حُضُورِ الْعِلْمِ لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ كَانَ عَالِمًا بِاللَّهِ عَلَى الدَّوَامِ بَلْ مُرَادُ  
 مَنْ أَثْبَتَ لَهُ إِنَّهُ رَأَى لِقَلْبِهِ إِنَّ الرُّؤْيَةَ  
 الَّتِي حَصَلَتْ لَهُ خُلِقَتْ لَهُ فِي قَلْبِهِ  
 كَمَا تَخْلُقُ الرُّؤْيَةَ بِالْعَيْنِ لِغَيْرِهَا وَالرُّؤْيَةَ  
 لَا يُشْتَرَطُ لَهَا شَيْءٌ مُخْصُوصٌ عَقْلًا وَكُنْجَرَتْ  
 الْعَادَةُ بِخَلْقِهَا فِي الْعَيْنِ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳۷)

اس سے واضح ہوا کہ رویت فواد سے دل کا دیکھنا مراد ہے، نہ یہ کہ صرف  
 علم حاصل ہو گیا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا علم علی الدوام حاصل ہے  
 جن لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رویت قلبی ثابت کی ہے۔ انکی مراد  
 یہ ہے کہ جس طرح کسی کی آنکھ میں بنیائی پیدا کر دی جاتی ہے۔ اس طرح حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک میں بنیائی پیدا کر دی گئی ہے۔ (جس سے آپ  
 نے باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا) اور رویت دیکھنے کیلئے عقلاً کسی خاص جزو  
 بدن کا ہونا یا کسی خاص شے کا پایا جانا ضروری نہیں۔ اگرچہ عادتاً بنیائی آنکھ میں  
 میں ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ فرق عادت کے طور پر آنکھ کے  
 علاوہ کسی اور عضو میں بنیائی پیدا کر دے تو اس کو ہر طرح کی قدرت ہے، تیرکی  
 قسم کی روایات جن سے دونوں طرح کی رویت ثابت ہوتی ہے، یہ ہے :

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِنَّهُ كَانَ يَقُولُ  
 إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ

مَرَّةً بِبَصْرِهِ وَمَرَّةً بِفُؤَادِهِ رَوَاكَ الطَّبْرَانِيُّ

(روح المعانی ج ۲، ص ۲۷۱ و مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۲۷۱)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے۔ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ سر مبارک کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ اپنے قلب مبارک کی آنکھ سے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے،

صوفیہ کرام کا محبوب قول

جميع وجود سراپا جود سے اللہ تعالیٰ کو مشاہدہ فرمایا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

فَرَأَى الْحَقَّ بِالْحَقِّ بِجَمِيعٍ وَجُودِهِ لِأَنَّ وَجُودَ

صَادَ بِجَمِيعِهِ عَيْنًا مِّنْ عَيُونِ الْحَقِّ فَرَأَى الْحَقَّ

بِجَمِيعِ الْعَيُونِ وَسَمِعَ خِطَابَهُ بِجَمِيعِ الْأَسْمَاعِ وَعَرَفَ

الْحَقَّ بِجَمِيعِ الْقُلُوبِ حَتَّىٰ فَنَيْتُ عَيُونَهُ وَأَسْمَاعَهُ وَقُلُوبَهُ

وَأَرَاخُذَ وَعُقُولَهُ فِي الْحَقِّ اعراض بیان ج ۲ ص ۲۷۱

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو فی الحقیقت اپنے تمام وجود سے دیکھا کیونکہ آپ کا وجود تمام تر ہی آنکھ ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کو جسم کی تمام آنکھوں سے دیکھا اور تمام کانوں سے اس کا خطاب سنا اور تمام قلوب سے اس کو پہچانا حتیٰ کہ آپ کی آنکھیں اور آپ کی روئیں اور آپ کے عقول حق تعالیٰ کی ذات کے سامنے فنا ہو گئے۔

کبھی صوفی بزرگ نے فرمایا کہ تیس سال تک میں علماء کرام سے

دنیٰ فتنے کا معنی پوچھتا رہا، تب مجھے منکشف

حکایت

ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ معراج میں دائیں بائیں، آگے پیچھے اوپر نیچے خدا تعالیٰ کو دیکھا پھر حضور علیہ السلام نے اس مقام پر جدائی پسند نہ کی اللہ نے فرمایا اے جیب تم میرے رسول ہو میرے بندوں کی طرف پیغام پہنچاؤ گے اگر ہمیشہ اسی مقام پر رہو گے تو پیغام کون پہنچائے گا، واپس جائے گا، جب اس کو چاہیں گے تو جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں گے تو یہ شان عطا کر دوں گا۔ اسی لئے حضور نے فرمایا: قسوة عینی فی الصلوة میری آنکھوں کی ٹھنڈک ناز ہے۔

## منکرین رویت کے سوالات اور ان کے جوابات

شبِ معراج میں حضور علیہ السلام کی روایت باری تعالیٰ حق ہے، جسے فقیر نے گزشتہ ادراق میں دلائل سے ثابت کیا چند شبہات مخالفین وارد کرتے ہیں انکے جوابات ملاحظہ ہوں:

سوال: قرآن مجید کی تین آیات ہیں جن سے بظاہر روایت کی نفی کا شبہ ہوتا ہے: ۱۔ لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْغَنِيِّ (پا ۱۸)

د آنکھیں اللہ تعالیٰ کو ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ سب آنکھوں کا، ادراک کر سکتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ باریک چیزوں کو دیکھنے والا ہے جس کو کوئی نہ دیکھ سکے اور وہ اچھی باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ جسکی خبر کوئی نہ رکھ سکے (

آیتِ ہذا سے نفی کا استدلال اس طرح ہے کہ الفاظ  
طریقہ استدلال استعراق ہے، اب معنی ہوگا کہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَرُ مِنْ الْأَبْصَارِ (اللہ تعالیٰ کو کوئی آنکھ ہی نہیں

ادراک کر سکتی۔

جواب نمبر ۱: الف لام استغراق بمعنی اکل موجبہ کلیہ کا سورہ اور ابصار قضیہ کا موضوع اور  
تُدْرِكُهُ قضیہ کا محمول ہے۔ یہ مجموعہ مل کر موجبہ کلیہ بنا۔ پھر اس پر لا حرف  
سلب داخل ہوا۔ قاعدہ ہے کہ موجبہ کلیہ کی سلب سے جز یہ بنتا ہے جب سالبہ کلیہ نہ  
بنا تو معترض کا مطلب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ سالبہ جز یہ موجبہ جز یہ کے حکم میں ہوتا  
ہے۔ اور اس کے ہم بھی قائل ہیں، لہذا معترض کا اس سے استدلال درست نہ رہا۔  
جواب نمبر ۲: یہ ہے کہ ادراک کا معنی مطلق روایت نہیں بلکہ ادراک احاطہ کو کہتے  
ہیں کہ کسی چیز کو جمیع جوانب سے گھیر لینا جیسا کہ مقولہ ہے۔

رَأَيْتُ الْبُهْلَالَ وَمَا أَدْرَكْتُهُ لِلْغَيْمِ۔ میں نے چاند کو دیکھا

لیکن پورا احاطہ کر کے نہ دیکھ سکا کیونکہ بادل تھا۔ — تو یہاں رَوَيْتُ  
مُثَبَّتٌ ہے۔ اور ادراک بمعنی احاطہ منفی ہے نہ کہ مطلق روایت پر نفی وارد ہوئی  
ورنہ دونوں جملوں میں تناقص ہو جاتا۔

جواب نمبر ۳: جملہ فعلیہ ہے جو تحت رد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اس سے  
دوام اور استمرار کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ یعنی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عموم  
اور عموم احوال میں نفی ہو جائے۔

جواب نمبر ۴: اگر آیت کے معنی پر غور کیا جائے تو اس سے اُلْطَا رَوَيْتُ کا جواز  
ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جب ادراک کا معنی احاطہ ہوا۔ تو آیت کا مطلب یوں ہوگا  
کہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہو سکتی ہے۔ مگر علی سبیل الاحاطہ نہیں، کیونکہ وہ حدود اور  
جوانب سے پاک ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیت پاک میں اللہ تعالیٰ کے متناہی ہونے اور اجسام کے

لو از م سے متصف ہونے سے تنزیہ اور تقدیس مطلوب ہے، اور اور یہ تنزیہ تب ہو سکتی ہے جب روایت کا امکان مانا جائے، ورنہ مفہوم مشکل ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۲ :- مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (پہلے کسی آدمی کے شایان شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالموابہہ کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا بطریق الہام اس کے دل میں القاء ہو جائے یا اس سے اس وقت کلام کر لگا کہ وہ حجاب کے پیچھے ہو یعنی، دریاں حالیہ کہ وہ آدمی پس پردہ ہو یا اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف اپنا ایک فرشتہ فرستادہ بنا کر بھیج دے۔ اور وہ ملک مرسل اس مرسل الیہ کو خدا کا پیغام سنائے۔ جتنا اللہ تعالیٰ چاہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ صفات جدوت سے برتر ہے۔ اور کلام کرنے میں حکمت کی بات کرنے والا ہے۔

طریق استدلال | اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ کلام کرنے کو تین اقسام میں حصہ فرمایا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ کلام کرتے وقت روایت کی نفی ہوئی۔

جواب :- اس سے مطلقاً روایت کی نفی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ جائز ہے کہ روایت ہو اور کلام نہ ہو یعنی آیت سے روایت بوقت کلام کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ اور مطلق روایت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

جواب :- اگر آیت پر غور کیا جائے تو اس آیت سے اٹاروایت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ تقریر یوں ہے کیونکہ ان تین وجوہ کے سوا یعنی بالمشافہہ کلام کرنا تو اس کو انسان برداشت کر سکتا کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ بلند تر ہے حتیٰ کہ بشر کو ضعف کی وجہ سے اس کا کلام سننے کی طاقت نہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ

حکمت والا ہے جس نے اپنے نبیوں سے تین طرح پر کلام کیا ہے جب بالذات  
کلام کرنے کی نفی کا سبب ضعف بشری بنا تو روایت کا سبب بھی ضعف بنے  
گا۔ نہ کہ روایت بالذات محال ہوگی جس طرح معترض نے بیان کی ہے۔

سوال :- قَالَ رَبِّ ارْنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِيْ بِرُؤْيَا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے اپنا دیدار نصیب فرما تو اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا کہ تو میرا دیدار نہیں کر سکتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کا دیدار محال ہے۔ ورنہ  
طریقہ استدلال لَنْ تَرَانِيْ نہ کہا جاتا۔

جواب :- لغت عربی میں حرف لَنْ نفی تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے

نفی مطلق کے لئے مستعمل نہیں ہوتا۔ بعنوان دیگر یوں سمجھو کہ نفی انکار مضارع کو  
کہتے ہیں۔ اور مضارع حال یا استقبال کا نام ہے اس اصول کے تحت لَنْ تَرَانِيْ

کا معنی یوں ہوگا ہرگز نہ بینی مرایا ہرگز نہ خواہی دید مرا۔ یعنی، زمانہ حال

میں مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا یا زمانہ استقبال میں مجھے ہرگز نہ دیکھے گا۔ اور معترض

نے جو ترجمہ کیا تھا، اس کا فارسی میں معنی یوں ہوگا کہ ہرگز نہ توانی دید مرایا

ہرگز نہ توای خواہی دید مرا۔ ہر عام قواعد عربی کے لحاظ سے ہر دو ترجمہ میں فرق واضح ہے۔

جواب :- شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے :- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیدار

کی درخواست کرنا دیدار کے امکان پر دلالت کرتا ہے کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام

عبث بات نہیں کرتے۔ اور محال کا سوال عبث ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ دیدار محال

نہیں۔ ورنہ اسکی درخواست نہ کرتے (یعنی اٹھایا آیت اثبات روایت کی دلیل ہے

نفی روایت کی دلیل نہیں)

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہما کے جوابات | مخالفین کو انکار روایت پر حدیث

عائشہ رضی اللہ عنہا پر بڑا ناز ہے وہ یہ کہ بخاری شریف میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: **مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ**، جو شخص یوں کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس نے بہت بڑا افتراء کیا ہے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے۔

جواب :- امام مروزی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ روایت کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جو شخص یوں کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس نے بہت بڑا افتراء کیا تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **رَأَيْتُ رَبِّي** (میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے) اور ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر فوقیت حاصل ہے۔ کذا قال علامہ ابن حجر عسقلانی فی فتح الباری۔

بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

**دُوسری روایت** | **مَا فَقَدْتُ جَسَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**

**لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ** — معراج کی رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک گم نہیں کیا۔

جواب علیٰ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراجِ بعثت کے ایک یا ڈیڑھ یا پانچ سال بعد اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ہوئی ہے۔ ان اقوال کے بموجب معراج مبارک ہجرت سے آٹھ سال یا ساڑھے گیارہ سال یا بارہ سال پہلے ہوئی۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی مبارک ہجرت کے بعد ہوئی۔ جب کہ حضرت عائشہ



صدیقہ کی عمر شریف ۹ سال تھی۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں بر بنائے بعض اقوال معراج کے وقت حضرت عائشہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اور اگر ان کی پیدائش مان بھی لی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کا پایا جانا ہجرت کے بعد ہی ہے۔ پھر ان کا یہ فرمانا کہ میں نے حضور علیہ السلام کا جسم مبارک معراج کی رات گم نہیں کیا۔ کیوں کہ متصور ہو سکتا ہے؟

سوال :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ان الفاظ سے بھی مروی ہے۔ مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَهُ الْمِعْرَاجِ۔

جواب :- محدثین کے نزدیک یہ روایت بلاشبہ غیر ثابت اور مبنی بر خطا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مَا فُقِدَتْ اور فُقِدَ دونوں روایتیں از روئے روایت و روایت صحیح نہیں۔ اس لئے اس سے معارضہ کرنا باطل ہے۔

جواب :- اگر بر تقدیر تسلیم اس حدیث کے یہ معنی مراد لئے جائیں کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا معراج مبارک کی سرعت اور اسکی قلیل ترین وقت میں ہونے کو بیان فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام کا آنا جانا اس قدر تیزی اور سرعت کے ساتھ واقع ہوا کہ گویا جسم مبارک گم ہونے ہی نہیں پایا تو یہ معنی دیگر روایات کے مطابق ہو کر صحیح قرار پائیں گے۔

سوال :- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "هل رأيت ربك" آپ نے رب تعالیٰ کو دیکھا آپ نے فرمایا، فورانی

جواب :- یہ حدیث محتمل ہے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ نور ہے میں نے اسے دیکھا ہے ۲۔ وہ نور میں اس کے نور کو کس طرح بیان کر سکتا ہوں۔

یعنے اُنّی اَدَاکُ کا ترجمہ کِیْفَ اُبَیْنَهُ کر لیا جائے تو قواعد عربیہ کے مطابق ہے مخالف کا تمام توجیہات مثبت کو ترک کر کے صرف نفی کی توجیہ کو ترجیح دینا اچھا نہیں، لیکن چونکہ مخالفین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی تنقیص کی قسم کھائی ہے اس لئے وہ مجبور ہیں ورنہ اصول کا قاعدہ ہے کہ جب مثبت اور منفی میں تعارض ہو جائے تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔

جواب ۲ :- رویت باری تعالیٰ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف سے بھی

امکان رویت کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ نبراس ص ۲۶ پر لکھا ہے۔

اِخْتَلَفَ الصَّحَابَةُ فِي اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
هَلْ رَأَى رَبَّهُ لَيْلَةَ الْمُعْرَاجِ اَمْ لَا وَالْاِخْتِلَافُ  
فِي الْوُقُوعِ دَلِيلٌ عَلَيَّ اِلَّا مَكَانَ فَاِنَّ الرَّؤْيَةَ  
لَوْ كَانَتْ مَحَالًا لَا تَفَقَّتِ الصَّحَابَةُ عَلَيَّ عَدَمَ وَقُوعِهَا.

صحابہ کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہ؟ اور وقوع میں اختلاف کرنا امکان کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر رویت محال ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کے عدم وقوع پر اتفاق نہ ہوتا۔!

سوال :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کو دیکھنے سے عقل مانع ہے کیونکہ ایک دوسرے کو دیکھنے میں چند شرائط ضروری ہیں۔ مثلاً مرئی مکان میں ہو، اور وہاں جہت ہو، اور وہ دیکھنے والے کے سامنے ہو، ان میں مسافت ہو حتیٰ کہ بہب قرب بھی رویت کو مانع جیسے پکیں ہیں، اور بہت دور بھی نہ ہو، اور باصرہ کی شعائیں مرئی سے ملی ہوئی ہوں۔ اور یہ تمام شرائط باری تعالیٰ کی شان میں محال ہیں لہذا اسکی رویت ممکن نہ رہے گی۔

جواب ۱ :- اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھتا ہے۔ یہاں روایت کا وجود پایا گیا

مگر مذکورہ شرائط نہ پائے گئے جو جواب تم دو گے وہی ہمارا جواب ہے۔

جواب ۲ :- اس میں شک نہیں کہ عادت الہیہ اسی طرح ہے کہ اسباب

مذکورہ متحقق ہونے کے بعد رویت ہوتی ہے مگر خرق عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ

کو برا امر پر قدرت ہے حتیٰ کہ مشائخ نے لکھا ہے کہ اندھا چین میں بیٹھ کر اندلس

میں اُڑتے پتھر کو دیکھ سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ

کونام قدرت ہے بخاری شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے پیچھے اس طرح دیکھتے جس طرح اپنے سامنے دیکھتے تھے تو یہاں رائی اور

مرئی کے درمیان تقابل کی شرط مفقود ہونے کے باوجود رویت ثابت ہے۔

جواب ۳ :- رویت باری تعالیٰ کے ثبوت میں قرآن مجید میں ہے۔

وَجُودًا يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ اِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ - پانچ

قیامت کے دن ایمان داروں کے چہرے اپنے رب کو دیکھ کر تروتازہ ہوں گے۔

اگر رویت محال ہے تو قیامت کے دن ایمان دار کیسے دیکھیں گے نیز قرآن مجید میں

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ

خبردار بیشک وہ کافر لوگ اپنے خدا تعالیٰ کے دیدار سے قیامت کے دن دُپر

ہوں گے یعنی دیدار سے محروم ہوں گے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت

دلالت کرتی ہے کہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا دوست اور دشمن

میں امتیاز ہو جائے

گوئی بہ بہشت مہمانی است

بے دیدن میزبان چہ باشد

پہوں دشمن و دوست را جابست

پس فرق درال میاں چہ باشد

۳ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اِنكُمْ سَتَرُونَ وَ بَكُمْ كَمَا تَرُونَ  
 الْقَمَرَ لَيْدَةَ الْبَدْرِ اور یہ حدیث متواتر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کا چاند دیکھتے ہو  
 جب عام آدمی (مومن) آخرت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کر لیا تو نبی علیہ السلام  
 کے لئے اشکال نہ ہونا چاہئے کیونکہ قاعدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام  
 کے بہت سے امور دنیا میں اہل جنت کے ہوتے ہیں بالخصوص امام الانبیاء و علیہ  
 الصلوٰۃ والسلام کے لئے بطریق اولیٰ یہ دولت دیدار دنیا میں ہونی چاہئے۔

بعض لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج

پر جانے کا ذکر تو ہے لیکن واپسی کا ذکر نہیں حالانکہ آپ کا ذکر واپسی بھی

## معراج سے واپسی

قرآن پاک میں موجود ہے وہ ہے اسریٰ بعیدہ“ بائیمنی کہ اسریٰ خود متعدی ہے باء اس کی متعدی پر داخل ہو کر تبارہی ہے  
 کہ خود اللہ لے گیا اور خود اس نے واپس پہنچایا

هذا آخر ما رقد قلم الفقیر،

القادری ابی الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۱۳ ج ۱۲۰۴ شب چہار شنبہ بہاولپور، پاکستان

# آغاز صاحب تفسیر روح البیان کا مضمون معراج النبی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحَانَ یہ تسبیح کا اسم ہے بمعنی التنزیہ اور تعجب کے معنی کو متضمن اور اس کا منصوب ہونا

فعل مضمر ہے اور وہ دائمی طور پر ظاہر نہیں ہوتا اور اصل اسبح اللہ عن صفات المخلوقین

سبحانا بمعنی تسبیحا یعنی اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی صفات سے بالکل منزہ ماننا ہوں پھر یہی اسم گویا فعل کا قائم مقام ہے

جیسے معاذ اللہ میں مصدر کو فعل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے اسی طرح غفرانک وغیرہ میں۔



خفیہ جاتا ہے اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت سیر کرائی۔  
**ازالہ توہمات** نصر نے فرمایا کہ اس سنی کئے سے وہیوں کے تمام توہمات کا فور ہو گئے اس لئے کہ اگر ساس کہا جاتا تو لوگ  
 کہتے کہ نبی علیہ السلام بشر ہو کر اوپر کیسے گئے اور پھر آن کی آن میں کیسے واپس آ گئے اور کرات ز مہر پر  
 نار وغیرہ سے کیسے گزرے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب فرمادیا کہ جسے اس کی قدرت پر ایمان ہے وہ کبھی ایسے وہام  
 باطلہ دل میں نہیں لاتے گا۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے :

حب الی من دنیا کم ثلاث

اس میں اگر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اجنبت فرماتے تو بعض گندے مزاجوں میں وہم پیدا ہوتا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام  
 بھی ذیہوی امور کی محبت میں گرفتار ہیں (معاذ اللہ) لیکن حضور علیہ السلام نے اس وہم کو دفع فرمایا کہ مجھے ذیہوی امور سے اگر کوئی  
 تعلق ہے تو وہ نفسانیت سے نہیں بلکہ امور الہی سے ہے۔

**نکتہ** بعد ازاں میں ایک نکتہ ہے ورنہ نبیہ کہا جاتا۔ وہ یہ کہ امت کے بعض پاگل دماغوں میں توہم نہ ہو کہ (معاذ اللہ)  
 حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں اور خدا بھی جیسے نصرانیوں نے اپنے نبی علیہ السلام کے لئے سمجھا جب بعد ازاں  
 کہا گیا تو تصریح ہو گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور عبد میں خدا یا خدا تعالیٰ کے بیٹے نہیں۔

**عیسائیوں کے عقیدہ کی تفصیل** عیسے علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسے علیہ السلام اپنے جسم سمیت  
 عالم اکوان سے نکل کر ملا اعلیٰ کی طرف تشریف لے گئے اور یہ بظاہر بشریت کی عادات  
 و اطوار کے منافی ہے اسی لئے معاذ اللہ وہ عبدیت میں نہ رہے بلکہ معاذ اللہ خدا ہوئے یا خدا کے بیٹے۔

**نکتہ** بعد ازاں میں لفظ باء اس لئے داخل کیا گیا ہے کہ باء کو عبدیت سے مناسبت ہے کہ جیسے عبدیت میں انگسار و عجز  
 ہے ایسے ہی باء میں کہ حروف کے نیچے رہنا اس کا خاصہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبدیت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں  
 بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ اسی لئے امام صاحب نے اپنی تفسیر میں لکھا :

العبودية افضل من الرسالة

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت ان کی رسالت سے افضل ہے اس کی دلیل یوں بیان فرمائی کہ عبودیت میں  
 رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خلق سے حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہ مرتبہ مقام الجمع ہے اور رسالت میں حق سے خلق کی طرف توجہ  
 کرنی پڑتی ہے اور یہ مرتبہ مقام الفرق ہے اور بظاہر ہے کہ مقام الجمع مقام الفرق سے افضل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عبودیت  
 رسول علیہ السلام اپنے جملہ امور کا کفیل اللہ تعالیٰ کو بناتا ہے اور رسالت میں رسول علیہ السلام اپنی امت کے جملہ امور کا کفیل

لے۔ جیسے یہودیوں اور نصرانیوں اور پھر جیسے نجدیوں و ہابیوں و یونانیوں، مودودیوں اور پرویزوں نے کہا۔ (ادبی)



العلوی۔ (کرواحہ الشریف)

سوال : کس شبے میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی ؟

جواب : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا :

اسریٰ بی فی قفص من لؤلؤ فراشہ من ذهب مجھے موتیوں والے پتھرے میں سیر کرائی گئی جس کا بستر موتیوں کا

تھا۔ (کذا فی بحر العلوم، روح البیان ص ۱۰۳، ج ۵)

لَيْلًا رات کے وقت اس کا منصوب ہونا علی الظرفیہ ہے اسے تاکید کے لئے لایا گیا ہے اس لئے کہ الاسراء رات کو ہوتا ہے اس میں بال برابر بھی شک نہیں کہ دن کو ہوا ہوگا اور اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ معراج خواب میں ہونے کا وہم بھی غلط ہے۔ (کذا فی لسان العرب)

ف : اس میں اشارہ ہے کہ اسرار رات کے تھوڑے سے وقت میں ہوا اس لئے کہ لَيْلًا کی تنکیہ بعضیت پر دلالت کرتی ہے۔ لفظ لَيْلًا کے مفرد ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں معراج ہوئی اسی طرح وہ رات کے ایک ہی فرد میں ہوا۔ بخلاف اس کے کہ کہا جائے : سرت اللیل یعنی لیل کو معرف باللام لایا جاتا تو اس میں مذکورہ بالا معنی صحیح نہ ہوتا بلکہ اس سے ثابت ہوا کہ معراج ساری رات ہوئی۔ اس معنی پر لیل اسراء کے لئے معیار ہوگی نہ ظرف۔ حالانکہ مقصود یہ ہے کہ لیل اسراء کے لئے ظرف ہو۔

ف : معراج تائیسویں رجب سوموار کی شب کو ہوئی۔ اسی پر اکثر ائمہ کا اتفاق ہے۔

ایضاً : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کی رات معراج ہوئی اور پیر کے دن مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے روانہ ہوئے تو پیر کے دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اور پیر کے دن ہی آپ کی وفات (وصال) ہوئی۔

نکتہ صوفیانہ اس میں حضور علیہ السلام کے لئے اشارہ ہے کہ آپ کا تعین ثانی ہے جب کہ سوموار کو یوم الاثنين کہا جاتا ہے۔ الف اور یوم الاحد میں بمنزلہ تعین الذات کے لئے مانے گئے ہیں اور بارہ اور یوم الاثنين بمنزلہ تعین الصفات کے (فافہم ولا تکتن من المنکرین)۔

شب معراج کی تعریف میں حضرت جامی قدس سرہ نے لکھا : ہے

زفتر او مثالی لیلۃ القدر ①

ز نور او براتے لیلۃ البدر

سوا وطرہ اش نجلت وہ حور ②

بیاض غمرہ اش نور علی نور



- ③ نیشم جہ سنبل شانہ کردہ  
ہوایش اٹک شبنم دانہ کردہ
- ④ ہمار ثوابت چرخ تیار  
بہ بستہ در جہان در ہا کے ادبار
- ⑤ طرب را چون سخن نندان از ولب  
گریزاں روز محنت زو شباشب
- ① اس کی فتر و منزلت یہ ہے کہ لیلۃ القدر اس کی ایک مثال اور لیلۃ البدر کو اس کے نور سے ٹھوڑا سا

حصہ ملا۔

- ② اس کی سیاہی حور کو شرمندہ کن ہے اس کی سفیدی نور علی نور ہے۔
- ③ نیشم نے سنبل زلفوں کو گلگھا کیا اس کی ہوانے شبنم کے دانے بنائے۔
- ④ آسمان کے ثوابت کی مینوں سے بدبختی کے دروازے جہاں سے بند کر دیئے۔
- ⑤ خوشی کے اسی سے لب نندان۔ اسی سے رات و رات محنت کے پیام بھاگ نکلے۔
- سوال: معراج دن کے بجائے رات کو کیوں ہوئی بہتر تھا کہ دن کو ہوتی تا کہ کسی کو طعن و تشبیع کا موقع نہ ملتا؟
- جواب: ۱) رات محبوبوں کے ساتھ رل بیٹھنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ گویا رات حظ الفساح و الوصال اور دن حظ اللباس و الفراق ہے یا یوں کہ رات منظر البطون اور دن منظر الظہور ہے۔
- ۲) رات راحت کا موجب ہے اور رات بہشت کا نمونہ ہے اور دن کار و بار و دیگر ضروریات کے لئے تھکان کا موجب ہے اور تھکان والی شے محبوبی شان کے خلاف تھا اسی لئے بجائے دن کے رات کو معراج ہوئی۔
- ۳) ایک روایت میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی یعنی بعثت مبارک کے بارہویں سال معراج کو تشریف لے گئے۔
- ۴) مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ صحیح تر روایات سے یونہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر سے معراج ہوئی اور نبی بی کا گھر حرم شریف میں ہے اور ظاہر ہے کہ حرم شریف سارے کا سارا مسجد شریف ہے۔
- ۵) مسئلہ: فقہاء فرماتے ہیں حرم شریف کا احاطہ مدینہ طیبہ کی طرف سے تین میل اور عراق سے سات میل اور جبرانیہ سے نو میل اور طائف سے سات میل اور جدہ سے دس میل ہے۔
- ۶) مسئلہ: میقات کے موافقت خمسہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے کہ ان پانچوں مقامات سے

حرم شریف کے لئے احرام باندھا جائے اور وہ مقامات حرم میں اور حرم شریف مسجد حرام میں فنا ہے۔

**نکتہ صوفیانہ** بیت ذات کی طرف اور مسجد حرام صفات کی طرف اور حرم افعال کی طرف اور مواقیت کا خارج آثار کی طرف اشارہ ہے یعنی جو مکہ معظمہ کا ارادہ کرتا ہے زیارت کے لئے یا ویسے تو اسے چاہئے کہ ان ہی مقامات سے احرام باندھے بغیر تجاوز نہ کرے اس طرح سے ان مقامات کی تعظیم مطلوب ہے۔

مسئلہ: جیسے ان مقامات کی تعظیم ضروری ہے ایسے ہی مساجد کی تعظیم بھی لازمی اور ضروری ہے اسی طرح مشائخ کے حضور کی حاضری میں ان کی مجالس کے آداب ظاہر و باطناً ضروری ہیں۔

انجورہ: مروی ہے کہ حجر اسود کو جب بہشت سے نکال کر حرم شریف میں لایا گیا تو اس کے اندر نور تھا اس کے نور کی روشنی جہاں تک پہنچی وہی حرم کا احاطہ مقرر ہو گیا۔

ف: مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے زمین کی طرف تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ سے بامید قبولیت توبہ چالیس سال سز جو رہے۔ چالیس سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کے ہاں بھیجا کہ آپ کی توبہ قبول ہو گئی ہے اس پر آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ العالمین! عرشِ معلیٰ کے گرد میرے چالیس سال کے طواف قضا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی درخواست پر بیت المعمور کو زمین پر اتارا تاکہ آدم علیہ السلام اس کا طواف کر کے اپنی قضا پوری کریں۔ وہ بیت المعمور سرخ یا قوت کا تھا اس کی روشنی سے مشرق و مغرب چمک اٹھے اس کے نور سے جن و شیاطین بھاگے اور گھبرا کر خلا آسمان پر پھیل گئے جب دیکھا کہ اس نور کا مرکز مکہ معظمہ ہے تو مکہ میں اترنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ پر ملائکہ کرام کا پہرہ لگا دیا۔ ملائکہ کرام کو مکہ معظمہ کے گرد پہرہ کے لئے کھڑے ہو گئے اس وقت جہاں تک ملائکہ کرام نے کھڑے ہو کر پہرہ دیا اسی جگہ تک حرم مقرر ہوا چونکہ ملائکہ کرام نے اس جگہ تک شیاطین و جن کو روک رکھا اسی وجہ سے اس کا نام حرم شریف ہو گیا۔

إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا مسجدِ اقصیٰ سے بیت المقدس مراد ہے اور اسے اقصیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اقصیٰ یعنی بعد اور چونکہ مسجد حرام سے یہاں تک سوائے اسی مسجد اقصیٰ کے اور کوئی مسجد نہیں تھی اسی لئے اسے اقصیٰ یعنی بعد کے نام سے موسوم کیا گیا یعنی اقصیٰ یعنی بعد المساجد من مکہ۔

مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کی درمیانی مسافت ایک مہینے کی راہ تھی۔

**صوفیانہ تحقیق** بعض عارفین کا ارشاد گرامی ہے کہ مسجد حرام سے مقام قلب مراد ہے اس لئے کہ یہاں قوائے بدنیہ حیوانیہ کے مشرکین پر طواف کرنا حرام کر دیا گیا ہے اور انہیں روکا گیا کہ قلب کے حرم میں فواحش و خطایا کا ازبکاب نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ قلب کے حرم میں قوائے حیوانیہ یعنی صفات بہیمیہ و سبعیہ نہ آنے پائیں اور مسجد اقصیٰ میں مقام روح کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ شہود تجلیات الذات کی وجہ سے عالم جسمانی سے بہت بعید ہے۔

مسئلہ بدیۃ المہدین میں لکھا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بیداری میں تشریف لے جانا نص قطعی سے ثابت ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ اس کے بعد آسمانوں تک آپ کا تشریف لے جانا اخبار مشہور ہے اس کے بعد جنت یا عرش یا تمام عوالم کی سیر (معراج) اخبار احاد سے ثابت ہے۔

مسئلہ کاشفی نے لکھا ہے کہ چونکہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے جانا نص قطعی سے ثابت ہے اسی لئے اس کا منکر کافر اور آسمانوں تک اس کے بعد مرتبہ قربت تک پہنچنا اخبار مشہورہ سے ثابت بلکہ روایات حد ثواتر کے قریب پہنچتی ہیں اسی لئے اس کا منکر گمراہ اور بدعتی ہے؛

① شاہد معراج نبی وانہ است

وانکے مقدر نیست بدین کافر است

② دستک سلطنت این وصال!

نیست بہ پامزدی خلیل خیال

③ عقل چہ داند چہ مقاومت این

عشق شناست کہ چہ دامت این

① نبی علیہ السلام کے معراج کے شاہد بہت ہیں جو اس کا اقوامی نہیں وہ اسی وجہ سے کافر ہے۔

② اس وصال کی سلطنت پر کسی کو قابو نہیں دیا گیا۔

③ عقل بیچارہ کیا جانے کہ یہ کیا مقام ہے عشق کو معلوم ہے کہ یہ کیا دام ہے۔

الذی بَرَكْنَا حَوْلَهُ وہ مسجد کہ جس کے گرد ہم نے برکات نازل فرمائی ہیں یعنی اس مسجد کا ماحول ذیوی و دینی برکات سے مالا مال ہے اس لئے کہ یہاں وحی اور ملائکہ کا نزول ہوتا رہا اور موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے تا خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء علیہم السلام کی عبادت گاہ رہی اور ہر طرف سے انہار اور پھلدار اشجار ہیں، دمشق، اردن اور فلسطین جیسے آباد اور مشہور بلاد اس کے قرب میں واقع ہیں۔ رَسْرِيَّةٌ مِنْ اَيْتِنَا تاکہ ہم انہیں اپنی آیات دکھائیں۔ یہ اسرار کی غمایت ہے اس میں اشارہ ہے کہ اسرار کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی اور مخصوص آیات دکھائی جائیں اور یہ وہ شرف ہے کہ سوائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ پہلے کسی کو نصیب ہوا اور نہ بعد میں کسی کو

لہ: غیر مقلد وہابی صرف آسمانوں کے معراج کے قائل ہیں قربت کے منکر ہیں۔ مرزا کی جگہ الیٰ نبی چری وغیرہ سرے سے معراج جسمانی کے

منکر ہیں۔ اس معنی پر ان کو کیا لقب ملا۔ (اولیٰ)

نسیب ہو سکتا ہے اگرچہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی معزز ترین تھے لیکن انھیں ملکوت السموات والارض تک محدود رکھا۔ کما قال :

وكذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات

والارض

اور حبیب کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو ربوبیت کی بڑی بڑی آیات دکھائیں :  
کما قال :

فقد سألني من آيات سابع الكبري

وہ اس لئے تاکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دونوں مراتب یعنی مرتبہ محبت اور مرتبہ محبوبیت حاصل ہو جائیں۔  
ف : آیت میں من تبعضیہ ہے یہی وجہ ہے کہ شب معراج حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی غیر فتنی آیات عظیمہ میں سے بعض آیات دکھائی گئیں۔

نوٹ : آیات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اسی لئے مضاف فرمایا ہے تاکہ بندوں کو معلوم ہو کہ وہ آیات بہت عظیم الشان تھیں  
کیونکہ قاعدہ ہے کہ :

المضاف الى العظيم عظيم

یعنی مضاف الیہ عظیم الشان ہو تو مضاف بھی عظیم الشان ہوگا۔

سوال : ملکوت السموات والارض میں ابراہیم علیہ السلام کی معراج کا ذکر ہے اور اس میں علی الاطلاق ملکوت السموات والارض دکھلانے کا ذکر ہے اور حضور نبی کریم علیہ السلام کے معراج میں من آیاتنا فرما کر بعض آیات دکھلانے کا بیان ہے اس موازنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی معراج حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج سے افضل و اعلیٰ ہے۔  
جواب : ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی ہوئی آیات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف مضاف فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ آیات با عظمت ہیں اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہیں اگرچہ بعض سہی لیکن مطلق ملکوت السموات والارض سے افضل اور اشرف و اعلیٰ ہوتیں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی ہوئی آیات اگرچہ کل ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص آیات نہیں اس معنی پر حضور علیہ السلام کی آیات کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی عظمت شان والی خود بیان فرمایا :  
کما قال :

لقد سألني من آيات سابع الكبري

بعض تفاسیر میں ہے کہ آیات کبریٰ یہ ہیں :

آیات کبریٰ کی تفصیل ① بیت اللہ سے بیت المقدس کی ایک ماہ کی مسافت کو تھوڑے سے لمحے کو طے کرنا۔

- ٢) بیت المقدس کا مشاہدہ -
- ٣) انبیاء علیہم السلام کا متمثل ہو کر حاضر ہونا -
- ٤) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بلند مقامات سے واقفیت حاصل کرنا۔ اسلئے الحکم میں ہے کہ آیات کبریٰ سے مراد وہی ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا اور
- ٥) ستاروں کا دیکھنا۔
- ٦) آسمانوں کی سیر۔
- ٧) معارجِ علیا پہ جانا۔
- ٨) رُفرف اُڑنے۔
- ٩) اقلامِ قضا و قدر کی آواز سنا۔
- ١٠) ارواح کا مشاہدہ۔
- ١١) ان النوار کو حوسدرة المنتہی کو ڈھانپے ہوئے ہیں، دیکھنا۔
- ١٢) ارواح۔
- ١٣) علوم۔
- ١٤) اعمال کے انتہائی مقام کا معائنہ۔
- ١٥) قابِ قوسین کے مقام پر فائز ہونا وغیرہ۔
- ١٦) آیات الانفس کا مشاہدہ :
- کما قال تعالیٰ :

سنوہم آیاتنا فی الافاق و فی انفسہم

یاد رہے کہ قابِ قوسین کا مقام آیاتِ آفاق میں داخل ہے۔

١٧) او اُوٹنے کا مقام طے کرنا۔ یہ مقام آیاتِ الانفس میں شامل ہے یہ مقام المحبۃ اور محنتس بالہو ہے۔

١٨) مقامِ فادحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ کا مشاہدہ اور اسے مقامِ مسامرہ وھو الہو یا غیب الغیب

کہتے ہیں۔ چنانچہ خود خداوند قدوس نے فرمایا :

ما کذب الفواد ما رآی

در اصل فوادِ قلب کے قلب کو کہا جاتا ہے اور قلب کو بھی رویت حاصل ہے اور الفواد کو بھی۔ رویتِ قلب وہ ہے

جس کا نابینا بھی اور اک کرتا ہے۔

کما قال تعالیٰ :

ولکن تعسی القلوب التي في الصدور

لیکن وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں اور فؤاد نابینا نہیں ہو سکتے اس لئے کہ اسے کون (مخلوق) سے کسی قسم کا تعلق ہی نہیں اسے صرف اپنے آقا و مولیٰ سے تعلق ہے اور بس۔

فاوحی الی عبدہ سے مطلق عبد مراد ہے! اور وہ ہے جو ہر طرح سے عبد ہو جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت میں جملہ وجوہ سے منزہ ہے اسی طرح عبد بھی عبودیت میں من کل الوجوہ منزہ ہے اسی لئے انھیں ایک مکان سے دوسرے مکان کی جانب لایا گیا تاکہ انھیں ان آیات کا نظارہ کرائیں جو ان سے غائب تھیں گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے عبد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے سیر کرائی تاکہ آپ میری خاص آیات دیکھیں میں نے اپنے لئے نہیں بلایا اس لئے کہ میں تو حدود و مکانات سے پاک و منزہ ہوں بلکہ اس کے لئے زمان و مکان کی نسبت ایک حیثیت رکھتا ہے۔

حدیث قدسی ہے :

انا الذی وسعنی قلب عبدی فکیف اسری بہ الی

میں بندے کے قلب میں ہوں جب میں اس کے قلب میں ہوں تو پھر اسے معراج کے لئے دور بلانے کا کیا معنی؟ ہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا عروجاً بھی نزولاً بھی اور استواءً بھی۔

اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ بے شک وہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سنتا ہے لیکن کان کے بغیر جیسے وہ بولتا ہے آتہ تکلم کے بغیر یعنی اللہ تعالیٰ کو نہ زبان کی محتاجی ہے نہ کان کی۔ اسی طرح ہر شے کو جانتا ہے یعنی علم کے آلہ کے بغیر یعنی اسے قلب کی بھی ضرورت نہیں جیسے انسان کسی شے کو جانتے سمجھنے میں قلب کا محتاج ہے۔ البصیر اور وہ بلا بصر ہر شے کو دیکھتا ہے یعنی اپنے محبوب علیہ السلام کی جس طرح چاہتا ہے تعظیم و تکریم کرتا ہے اور اسے اپنا مقرب بناتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معراج صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے اظہار کے لئے ہوئی ورنہ اللہ تعالیٰ تو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو ہر وقت سنتا دیکھتا ہے اسے ان امور میں معراج کے سبب کی ضرورت نہیں ہے۔

تاویلات نجیہ میں ہے :

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سمیع و بصیر

اشارۃ الی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیت میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام سمیع ہیں۔  
هو السميع

اس کے متعلق دلیل دیتے ہوئے فرمایا :

حدیث قدسی میں ہے :

كنت له سمعاً فبى سمع و بى يبصر

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

فتحيقہ لنزیه من اياتنا المخصوصة بجهاننا

وجلالنا انه هو السمع بسمعنا البصير ببصرنا

فانه لا يسمع كلامنا الا بسمعنا ولا يبصر

جهاننا الا ببصرنا۔

۔۔۔ میں اسی کی سمع ہوں مجھ سے سنتا اور مجھ سے دیکھتا ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ ہم انھیں اپنے جمال و جلال سے اپنے

آیات مخصوصہ دکھائیں کیونکہ وہ ہماری سمع سے سمیع اور ہماری

بصر سے بصیر ہیں وہ ہمارا کلام ہماری سمع سے سنتے اور ہمارا

جمال ہماری بصر سے دیکھتے ہیں۔

۔

چوں در کتب بے نشانے رسید

چگویی کہ آنجا چہ دید و شنید

ورق در نوشتند و گم شد سبق

شنیدن بحق بود و دیدن بحق!

ترجمہ : جب وہ بے نشان کتب میں پہنچے تو میں کیسے کہوں کہ وہاں کیا دیکھا اور کیا سنا وہاں اور اقی بیٹ لے گئے و سبق ہی

گم تھا حق سے سنا اور حق سے دیکھنا جو اور بس۔

۲۰۔ جب شب سوموار کو حضور نبور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی ہانی بنت ابی طالب کے گھر آئے فرما

واقعہ معراج

تھے مشہور قول یہ ہے کہ نبی نبی مذکورہ کا نام فاختہ تھا۔ منسج کے دن مسلمان ہوئیں۔ آپ کا شہر ہبیرہ

فتح مکہ کے دن بھاگ کر نجران کی طرف چلا گیا اور وہیں پر کفر پرہ گیا۔ حضور نبور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی دو رکعتیں سنتے ہوئے

فرض والی اڑھ کر وہیں پہنچے۔ نبی نبی امی ہانی کے گھر کی چھت چیر کر گھر کے اندر جبریل و میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام داخل

ہوئے اور ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ شہزاد فرشتہ تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے

پروں سے جگایا۔

حضرت عارف جامی قدس سرہ نے فرمایا :

۔

- ① درین شب آن چسراغ چشم بینش  
سزای آفرین از آفرینش
- ② چون دولت شد زبد خواہاں نہانے  
سوئے دولت سزای اُقبانی
- ③ بہ پھلو تکیہ بر ہمد زمین کرد  
زمین را ہمد جان نازنین کرد
- ④ دلش بیدار چشمش در شکر خواب  
ندیدہ چشم بخت این خواب در خواب
- ⑤ در آمد ناگہاں ناموس اکبر !  
سبک روتر ازین طاؤس اخضر
- ⑥ برو مالید پرکایے خوابہ بر شیشہ  
کرا امشب خوابت آمد دولت انگیز
- ⑦ بروں بر یک زمان زین خوابکہ رخت  
تو بخت عالمے بے خواب بہ بخت

(ترجمہ : ①) اسی رات وہ دانائی کے چشم و چراغ جو آفرین والے سے آفرین و تحسین کئے ہوئے ہیں۔

② جب یہ دولت دشمنوں سے پوشیدہ ام ہانی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

③ پہلو مبارک زمین پر رکھا اور زمین کو آپ کے پہلو مبارک سے زینت نصیب ہوئی۔

④ آپ کا دل بیدار اور آنکھ خواب میں تھی نہیں دیکھا کسی بخت والی آنکھ نے ایسا خواب۔

⑤ اچانک جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے جو اسی آسمان سبز رنگ سے زیادہ تیز رفتار ہیں۔

⑥ آپ کے قدموں پر کافور لگا کر عرض کی : آج رات آپ کی نیند بخت اور ہے۔

⑦ تھوڑی دیر کے لئے اس خواب گاہ سے تشریف لے چلے۔ آپ جملہ عالم کے لئے بخت ہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : میں بیدار ہوا دیکھا کہ میرے ہاں جبریل علیہ السلام حاضر ہیں میں نے ان سے

کہا : اے جبریل علیہ السلام ! کیوں آئے ؟ عرض کی :

یا محمد ان ربی تعالیٰ بعثنی الیک امرنی

ان اتیہ بک فی ہذا اللیلۃ بکرامۃ لم یدکم

اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! رب تعالیٰ نے مجھے بھیجا

تاکہ میں آپ کو اسی شب تعظیم و تکریم سے لے جاؤں۔ آپ



بہا احد قبلک ولا یجزم بہا احد بعدک  
 فانک تریدان تکلم مبارک وتنظر الیہ و  
 تری فی ہذا اللیلۃ من عجائب مبارک و  
 عظمتہ و قدساتہ یے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (جبریل علیہ السلام کے اس بیان کے بعد میں نے اٹھ کر وضو کر کے دو گنا پڑھا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا یعنی حلقوم کے نیچے سے لے کر پیٹ مبارک تک چاک کیا بلکہ جبریل علیہ السلام نے ایسے ہی انگلی سے اشارہ کیا تو مقام مذکورہ پر گیا آپ کے سینہ مبارک سے خون بھی جاری نہ ہوا اور نہ ہی آپ کو اس سے درد محسوس ہوا اس لئے کہ یہ بطور خرق عادت کے منجملہ معجزات کے آپ کا یہ بھی معجزہ تھا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام ایک نخال زمزم شریف کے پانی کا لاتے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر نکال کر اسے تین بار دھویا اس کے اندر جو شے نبوت کی شان کے لائق نہیں تھی اسے باہر نکال کر پھینکا۔

اس سے معلوم ہوا کہ زمزم کا پانی تمام پانیوں سے افضل ہے خواہ وہ بہشت کا پانی ہو یا کوئی اور۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام ایک اور نخال سونے کا لاتے جو ایمان و حکمت سے پڑتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر ڈال دیا۔

ف: ہمارے نزدیک معافی کو اجسام میں متحمل کر کے دکھایا جاتا ہے جیسے علم کو دودھ کی شکل میں دکھایا پھر اس کے اندر سکہ ڈالی گئی اس کے بعد آپ کے قلب اطہر کو اس کے اصلی مقام پر رکھا گیا اسی وجہ سے آپ کے سینے مبارک پر دھائے کے برابر نشان نظر آتا تھا یہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ہاتھ مبارک کا نشان تھا۔

ف: حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک تین بار شق ہوا۔

① آپ جب بنی سعد کے ہاں تھے اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی۔ کذا قال ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بار آپ کے دل سے وہ سیاہ ٹھکڑا نکلا لایا گیا جہاں شیطان انسان کے دل پر بیٹھ کر سوسے ڈالتا ہے اسے حظ الشیطان سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں شیطان کا کچھ حصہ نہ تھا جیسے عام انسانوں میں ہوتا ہے اور نہ ہی آپ کو کھیل کود کی طرف رغبت تھی وغیرہ وغیرہ اور یہ صرف حضور علیہ السلام کے خواص سے ہے ورنہ دوسرے پیغمبران عظام علیہم السلام کو یہ مرتبہ حاصل نہیں تھا اس لئے کہ ان کا اس طریقہ سے سینہ چاک نہیں ہوا تھا۔

شان ولایت: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین اولیاء کا ملین کو بھی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہی مرتبہ

نصیب ہوا کہ ان کے قلوب میں بھی شیطان کا کوئی حصہ نہیں تھا اور ان کے قلوب سے شیطان کا حصہ نکلنے کا موجب ان کی سیاہ تہی ہوتی ہے جو بعض کو بیداری کی حالت میں ہوتی ہے اور بعض کو حالت فنا میں اور بعض کو کسی دوسرے طریقے سے لیکن ان میں سے پہلا طریقہ زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ اس سے قلب صحیح طریقہ سے صاف ہو کر ان سے عبادات عادات کی طرح ادا ہوتے ہیں۔

ف: اسی موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام نور کی مہر لائے کہ جسے دیکھ کر دیکھنے والے حیران ہو جاتے اس سے حضور علیہ السلام کے قلب پر مہر لگائی اس کی وجہ سے آپ کا قلب محفوظ رہا اس کے بعد آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت لگائی جس سے سمجھا جاتا تھا کہ یہ نبوت کی علامت ہے اسی مہر کے گرد سیاہ تل جن میں چند سیاہ بال تھے جن کا میلان بارگاہ حق کی طرف محسوس ہوتا تھا اور وہ مہر نبوت سید یا کبوتر کے انڈے کی طرح معلوم ہوتی تھی۔

ف: الجملہ ایک پرندہ ہے قطاہ (چڑیا) کی طرح کبوتر سے پھوٹا جس کے پاؤں اور چونچ سرخ ہوتی ہے۔ اسے جنگلی مرغی بھی کہا جاتا ہے اور زربعے اسی پرندے کا انڈہ۔

ف: ترمذی نے فرمایا کہ اس سے جملہ السریر مراد ہے اور جملہ مجال کا واحد ہے بمعنی دلہن کا پھتر کھاٹ۔ (کذا فی حیوۃ الحيوان)

ف: مہر نبوت پر لکھا تھا: لا اله الا الله محمد رسول الله یا لکھا تھا: محمد نبی امین (وغیرہ وغیرہ)۔

ف: روایات کے اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ واقعی مہر نبوت میں اختلاف تھا بلکہ دیکھنے والوں کے مختلف حالات تھے وہ اس لئے کہ بندوں کے حالات مختلف ہوتے اور انہیں تجلیات مختلف نظر آتے تھے کچھ ان تجلیات کے کوائف بھی بدلتے رہتے تھے۔

حضرت امام میری قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ولی نے سوال کیا کہ اے وہ کیفیت دکھائی جائے جس سے انہیں مشاہدہ ہو کہ وہ بندوں میں

نشان ولایت اور شیطان کی حکایت

کس طرح وسوسہ ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بلور کی صورت دکھائی جس کے دونوں کاندھوں کے درمیان سیاہ تل پرندے کے گھونسلے کی طرح نظر آتا تھا اس پر شیطان اگر پہلے اسے ہر طرف سے سوٹھتا ہے پھر دل کی جانب اپنی سوٹھ داخل کر کے وسوسہ ڈالتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اپنی سوٹھ پیچھے ہٹا لیتا ہے اس لئے اس کا نام تناس پیچھے ہٹانے والا ہے۔ اسے جب دل میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی شعا عین نظر آتی ہیں تو پیچھے بھاگ جاتا ہے اسی وجہ سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کاندھوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے بلکہ امت کے لئے بھی حکم فرماتے اور فرمایا کہ اسی طرح مجھے جبریل علیہ السلام نے نصیحت فرمائی تاکہ شیطان کا راستہ بند ہو اور وہ دل میں سوٹھ داخل نہ کر کے اس لئے کہ وہ انسان میں وسوسہ ڈالنے کے لئے سارے جسم میں ایسے گھومتا ہے جیسے انسان میں ہر جگہ خون کا دورہ ہوتا ہے۔ مہر نبوت کا دونوں کاندھوں کے درمیان میں ہونے میں بھی یہی راز تھا تاکہ امت کو معلوم ہو کہ اگرچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح کے گناہوں سے معصوم تھے اور خود حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی ہے۔ یعنی مہر نبوت سے آپ کی نبوت کی تائید ہوئی اور اسی سے آپ اللہ تعالیٰ کے مخصوص مشرف اور مکرم ہوئے اور شیطان کے وسوسے سے بھی

بالکل محفوظ تھے اس لئے کہ آپ کے ساتھ رہنے والا شیطان مسلمان ہو گیا اگرچہ آدم علیہ السلام کا شیطان بھی مسلمان ہو گیا لیکن اس نے ان پر وسوسہ کر کے حملہ کر لیا۔

② دوبارہ شفق صدر اس وقت ہوا جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے اس وقت آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تاکہ آپ نبوت کا بوجھ آسانی سے اٹھا سکیں۔

③ تیسری بار آپ کا شفق صدر ہوا جب آپ کو معراج ہوئی اس وقت آپ کی عمر باون سال تھی۔ اس سے آپ کے قلب میں توسیع کی گئی تاکہ آپ اسرار الہی و کلمات ربانیہ کو پورے طور پر محفوظ کر سکیں۔

شب معراج جبریل علیہ السلام ابتداً ایک سفید رنگ کی سواری لاتے جسے براق سے تعبیر کیا جاتا ہے (البراق) بضم الموحده اور اسے براق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سخت چمکدار تھا یا بہت جلد باز تھا جیسے بجلی بادل میں چمکتی ہے اور بہت بڑی جلد باز ہوتی ہے یہ براق بھی اسی کی طرح تیز رفتار تھا۔

حضرت جامی قدس سرہ نے فرمایا : سے

① پسینچ راہ عرشت کردم اینک

براق برق سیر آوردم اینک

② جہنہ بر زمین نوش باد پائے

پزندہ در ہوا فرخ ہمائے

③ چو عقل کل سوئے افلاک گردے

چو منک ہند گیتی لودنے

④ نہ دست کس عنان او بسودہ

نہ از پائے رکابش گشتہ سودہ

ترجمہ: ① میں آپ کو آسمان کی طرف لے جانے کی نیت سے حاضر ہوا ہوں لیجئے یہ براق برق رفتار حاضر ہے

② زمین پر خوب دوڑتا ہے اور آسمان پر بھی بہت اڑتا ہے

③ عقل کی طرح آسمان پر جاتا ہے ہند سے کی طرح زمانہ کو بیٹھتا ہے۔

④ کسی ہاتھ نے اس کی باگ کو نہیں پکڑا اور نہ ہی اس کے رکاب میں کسی کے پاؤں لگے۔

شب معراج جس براق پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے وہ گھوڑے سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔

نکتہ: صاحب المنتقی نے لکھا ہے کہ اسے خیر کی شکل میں لانے میں حکمت ہے ورنہ اسے گھوڑے کی شکل میں لانا چاہیے

تھا ایک تو اس لئے کہ آپ کو اہل پر سوار ہونے میں آسانی ہو اور اس سے آپ کو طلال بھی نہ ہو کہ اونچی سواری سے طعاً و جہشت۔

ہوتی ہے دوسرے اس لئے کہ اظہار معجزہ ہو کہ باوجودیکہ یہ سواری اتنا تیز رفتار بھی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اسے ایسا تیز رفتار بنایا کہ عقل والے دنگ اور حیران رہ گئے۔ اور براق کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ تاحہ نگاہ براق کے قدم پہنچتے تھے زمین سے آسمان تک اس کا ایک قدم ہوا اس لئے کہ ہم جب نگاہ اٹھاتے ہیں تو ہماری نگاہ آسمان پر پڑتی ہے تو اس معنی پر اس کا ایک قدم زمین پر تھا تو آنکھ بھپکتے ہی اس کا دوسرا قدم آسمان پر پہنچ گیا گویا اس نے ساتوں آسمانوں کو ساتوں قدموں سے طے کر لیا۔

جو لوگ اولیاء کرام کے طے الارض (طے المسافت) کی کرامات کے منکر ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ **رد و بابیہ** ان کے بڑوں (معتزلہ) نے آصف برصیفا کی کرامت کا انکار کر دیا اور دلیل یہ بتائی کہ آنکھ پھپکنے سے پہلے بقیس کا تخت کس طرح لایا جانا محال ہے۔

[صاحب روح البیان ان کے رد میں لکھتے ہیں کہ]

وبہ یرد علی من استبعد من المتکلین  
۱. عصار عرش بقیس فی لحظ واحد لے  
اس سے اس کا رد ہوا جو بعض متکلین کہتے ہیں کہ بقیس کا  
تخت ایک لحظہ میں لایا جانا محال ہے۔

**ف** : ربیع الابرار میں ہے کہ براق کا پھرہ انسان کے چہرے کی طرح تھا اور اس کے پاؤں اونٹ کے پاؤں کی طرح اور پٹیلیا گھوڑے کی طرح اور اس کی تہین سفید موتیوں کی اور دونوں رکاب سبز زبرجد اور لگام سرخ یا قوت کی اور اس سے نور چمکتا تھا۔

**ف** : انسان العیون میں ہے کہ وہ نہ نہ تھا نہ مادہ لیتے ایسی جنس سے تھا جسے نہ ذکوۃ سے موصوف کیا جاسکتا ہے نہ الوث سے۔ ومن شی خلقنا من وجین کے قاعدے سے ملائکہ کرام کی طرح خارج تھا اس لئے کہ وہ بھی نہ نہ نہیں نہ مادہ۔

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**حدیث تشریف** اس جیسا جانور نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں اور میں اس کے دیدار کا اشتیاق رکھتا ہوں! اور میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیسا جانور ہے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ براق ہے آپ اس پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاں تشریف لے چلتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعوت دی ہے۔ جبریل علیہ السلام نے لگام سے پکڑا، میکائیل علیہ السلام نے اس کے رکاب اور اسرافیل اس کے پیچھے۔ میں نے جب اس پر سوار ہونے کا ارادہ کیا تو براق بدکنے لگا۔ جبریل علیہ السلام نے اس کی ران پر ہاتھ رکھا اور اسے فرمایا یہ کیا؟ اللہ تعالیٰ کی قسم اس جیسا تیرے اوپر نہ پہلے کوئی سوار ہوا اور نہ بعد میں، امید رکھی جاسکتی ہے یہی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ براق جبریل علیہ السلام کی بات سن کر پسینہ پسینہ

ہو گیا۔

فت؛ ابن وحیہ نے فرمایا کہ اس براق پر حضور علیہ السلام سے پہلے کوئی بھی سوار نہ ہوا تھا۔ امام نووی اسی کے موافق فرماتے ہیں۔

ازالہ وہم؛ جب جبریل علیہ السلام کا فرمانا کہ اے براق! ان سے پہلے تیرے اوپر سوار ہوانہ ہوگا۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ براق پر کوئی سوار نہیں ہوا اس کا یہ معنی نہیں کہ اور سوار ہوئے تھے لیکن ان جیسے نہیں تھے وغیرہ وغیرہ۔

براق کی دانشمندی؛ جب جبریل علیہ السلام نے جھڑکا تو براق نے کہا: اے جبریل علیہ السلام میں اس لئے نہیں بدکتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اٹھاؤں بلکہ اس لئے بدکتا ہوں کہ آپ سے ضمانت لوں تاکہ آپ قیامت میں میری شفاعت کی ذمہ داری لیں اور ابھی سے میرے ساتھ وعدہ فرمائیں اس لئے کہ مجھے معلوم ہے حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں حضور علیہ السلام نے براق سے شفاعت کا وعدہ فرمایا۔

اعجوبہ؛ منقول ہے کہ سفید گلاب جبریل علیہ السلام کے پسینے سے اور زرد گلاب براق کے پسینے سے پیدا کیا گیا ہے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے آسمان پر معراج کے لئے بلایا گیا تو زمین رونے لگی اس کے رونے سے اس کی انگور می زرد ہو گئی۔ جب میں معراج سے زمین پر واپس ہوا تو میرے پسینے کے قطرات زمین پر پڑے تو اس سے گلاب کا پھول پیدا ہوا۔ اب جو شخص میری خوشبو سونگنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ سرخ گلاب سونگے۔

فت؛ ابوالفرج نہروانی نے فرمایا کہ اس حدیث شریف سے یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکرم بنایا ہے وہ اسی حدیث کے مطابق انتہائی مقام ہے بلکہ آپ کے فضائل و کمالات کا یہ ادنیٰ کمال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے اس سے مکرم تر کئی درجات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے۔ (کذا فی المقاصد الحسنہ)

فت؛ فقیر (سحقی) کہتا ہے کہ اس سے یہ بھی نہ سمجھنا کہ ان واقعات سے پہلے گلاب سفید، زرد اور سرخ کے پھول نہیں تھے لیکن ان حضرات کے اعزاز میں اسی رنگ کے پھول ان کے پسینوں سے پیدا ہو گئے۔ اس کی مثال بی بی خوا کا واقعہ ہے کہ جب وہ زمین پر اتریں تو گریہ زاری فرمائی ان کے جتنے آنسو ٹپکے ان سے دریا کے موتی پیدا ہوئے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بی بی سے پہلے دریا کے موتی نہ تھے بلکہ بی بی خوا سے پہلے بھی موتی تھے۔ ایسے ہی مذکورہ رنگ جیسے پھول پہلے بھی تھے۔

فت؛ نمک کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہشت کا کافر ایک مٹھی بھردیا گیا تو انھوں نے زمین پر پھینکا جہاں جہاں اس کافر کے ذرات پڑے وہیں پرنمک کی گال بن گئی لیکن اس سے قبل بھی نمک موجود تھا ان واقعات کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے اعزاز میں بہت بڑی بہترین انشیا پیدا فرمائیں۔

حدیث شریف؛ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسی براق پر سوار ہو گیا؛

از ان دولت سراپوں خواجہ دین  
 فرامان شد بعزم حنائہ دین  
 شد از سبوحان گردوں صدادہ  
 کہ سبحان الذی اسری بعبدہ

ترجمہ: اسی دولت سے وہ دین کے سزار، زینت والے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ آسمانی فرشتے آسمان سے آواز دینے لگے: سبحان الذی اسری بعبدہ۔

ف: اختلاف ہے کہ کیا جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہوئے یا نہ۔

صاحب المنقہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ وہ براق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور صرف معراج کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔

شب معراج میں زمین کے مختلف مقامات کی سیر

جب حضور علیہ السلام براق پر سوار ہوئے تو وہ اڑتا ہوا چلا بہاں نگاہ پڑتی وہاں اس کا قدم پہنچا۔ آپ کا ایک زمیں پر سے گزر ہوا حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ براق سے اتر کر یہاں ایک دو گانہ پڑھئے۔ جب آپ نے دو گانہ پڑھ لیا تو پھر براق پر سوار ہوئے۔ تو پھر جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون سا مقام تھا۔ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ مقام مدین تھا۔ یہ شجرہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب اور اس کے بالمقابل ایک جگہ کا نام ہے یہ مدین بن موسیٰ کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا جب کہ مدین اسی مقام پر مقیم ہوئے۔

اس کے بعد براق چل پڑا تھوڑی سی مسافت طے ہوئی تو پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہاں اتر کر دو گانہ پڑھئے آپ نے دو گانہ پڑھا۔ جبریل نے عرض کی کہ یہ کون سا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ بیت لحم ہے یہ ایک بستی ہے جو بیت المقدس کے بالمقابل ہے یہیں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اس کے بعد آپ براق پر سوار ہوئے۔ براق کے پیچھے سے ایک بہت بڑا قومی ہیکل جن نظر آیا جس کے ہاتھ میں آگ کی سپنگاری تھی۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ میں آپ کو چند کلمات عرض کروں جب آپ انھیں پڑھیں گے تو اس جن کی آگ بجھ جائے گی بلکہ خود جن بھی منہ کے بل گر جائے گا۔ آپ نے فرمایا: وہ کلمات کیا ہیں جبریل علیہ السلام نے عرض کی وہ کلمات یہ ہیں:

اعوذ بوجه اللہ الکریم و بکلمات اللہ  
 التامات اللاتی لا یجاوزهن برولا فاجر من  
 شر ما ینزل من السماء و من شر ما یرج  
 ہم اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے ان کلمات کی برکت سے  
 (جن سے نہ نیک تجاوز کر سکتا ہے نہ بد) ان امور سے پناہ  
 مانگتا ہوں جو آسمان سے اترتے ہیں اور ان شرور سے جو

فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَمَّ فِي الْأَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا  
 يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ فِتْنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَّا طَارِقًا  
 لَانِي وَالْوَلْدَانِ - اے اللہ ہمیں خیر عطا ہو۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات پڑھے تو شیطان یعنی وہ پیچھے آنے والا قومی ہیکل جن منہ کے بل گر پڑا اور اس کی آگ کے شعلے بھی بجھ گئے۔

اس کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجاہدوں کے حالات منکشف ہو گئے۔ آپ نے بہشت کے اندر انہیں جو جزا نصیب تھی اپنی آنکھوں مبارکہ سے معائنہ فرمایا اور انہیں ایک مثال کے طور پر بیان کیا گیا کہ وہ ایک قوم کی طرح ہیں جو اسی وقت کھیتی باڑی کرتی ہے پھر اسی وقت مکمل ہو جاتی ہے وہ اسے کاٹ لیتے ہیں پھر وہ پہلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ عرض کی یہی مجاہد فی سبیل اللہ ہیں کہ جنہیں نیکی سات سو گناہ زائد نصیب ہوتی ہے جو کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راہ پر خرچ کیا اس کا انہیں صلہ یونہی ملے گا اس سے فراویہ ہے کہ انہیں بے حساب ثواب نصیب ہوگا۔ اس کے بعد دائیں طرف سے ایک ندا آئی: یا محمد انظر فی اسأئلك اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھتے ہیں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اسے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا جبریل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ عرض کی یہ یہودیت کا داعی تھا اگر آپ سے جواب دیتے تو آپ کی امت یہودیت سے مانوس ہو جاتی یعنی انہیں تورات پر عمل کرنے کا شوق ہوتا اس سے آپ کی اکثر امت مُراد رہے اس کے بعد آپ کو بائیں طرف سے ندا آئی آپ نے اسے بھی جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا جبریل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ عرض کی یہ نصرانیت کا داعی تھا اگر آپ سے جواب دیتے تو آپ کی اکثر امت کو انجیل پر عمل کا شوق ہوتا۔ اس کے بعد آپ پر دنیا کا حال منکشف ہوا اور اسے ایک بوڑھی عورت کی صورت میں دکھایا گیا کہ جس کے بال بچرے ہوئے تھے اور دونوں کہنیوں سے کپڑا اترا ہوا تھا اس لئے کہ جو کسی دوسرے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اس کی یہی حالت ہوتی ہے اور اس پر ہر قسم کا ہارسنگار تھا اور ظاہر ہے کہ زینت کا ہر ایک سبب بھی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے پھر اس کا کیا حال ہوگا جس میں زینت کے تمام اسباب موجود ہوں۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا: سے

نوش عروسیست جہاں از سر صورت لیکن

بر کہ بیوست بدو عمر خودش کاہن داد

ترجمہ: یہ دنیا عجیب نہیں ہے کہ جو اس سے ملا اس نے اپنی زندگی مہر میں دے دی۔

اورہ مرو بعثوہ یونہی کہ این عجوز

مکارہ نشیند و مثالہ می رود!

ترجمہ: سیدھی راہ چھوڑ کر بڑھی دامن کے اشاروں پہ نہ چل یہ دھوکہ باز تجھے فریب دے کر تجھے تباہی کی طرف لے جائے گی  
 دنیا نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میرا آپ سے ایک سوال ہے لیکن آپ نے اس  
 دنیا کا حال کی طرف توجہ نہ دی آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کی: یہ دنیا تھی اگر آپ اسے  
 جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت ترجیح دیتی۔

یورپی دنیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کونے میں بڑھیا کو دیکھا وہ آپ کو پکار رہی تھی آپ نے اس کی طرف  
 بھی توجہ نہ دی آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ عرض کی کہ یہ دنیا ہے اس کی مثال بڑھیا کی  
 ہے کہ جس طرح بڑھیا اپنی زندگی کی آخری منزل طے کر رہی ہے ایسے ہی دنیا اب ختم ہونے والی ہے اس کی عمر اتنی رہ گئی ہے جتنی  
 اس بڑھیا کی۔

ف: دنیا کو کبھی نوجوان اور کبھی بوڑھی عورت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ ذاتی طور پر نوجوان ہے نہ بوڑھی اس کی یہ تعبیریں بوجہ  
 متعلقات کے ہیں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک اسے شباب (نوجوان) کہا جاتا۔ اس کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ تک اسے کہلہ (ادھیڑ عمر کی عورت) کہا جاتا رہا اس کے بعد تا قیامت اسے عجوز (بڑھیا) کہا جائے گا۔  
 اور یہ بھی صرف انسانی نشوونما اور ان کے مختلف ادوار کی وجہ سے ہے ورنہ یہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی عجوز (بڑھیا) تھی  
 اس کا شباب اور تروتازگی آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت سے ختم ہو گئی (کذافی بعض الاخبار)  
 سوال: شباب یا بڑھیا یا حیوانات میں ہوتا ہے دنیا کے لئے کون سا شباب اور کونسا بڑھیا ہے؟  
 جواب: پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ یہ محض مثالی طور پر کہا گیا ہے۔

خیانتی کا برا حال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیانتی انسان کی مثال دکھائی گئی کہ ایک مرد کٹریوں کا گٹھڑا اٹھاتا ہے  
 لیکن اٹھانے میں سکتا باوجود اس جہ گٹھڑے میں اور کٹریاں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ اس خیانتی کی مثال دی  
 گئی جو لوگوں کی امانتوں کی حفاظت نہیں کر سکتا لیکن مزید امانتوں کو اپنے پاس رکھنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کی کہ یہ آپ کا وہ امتی ہے جس کے پاس امانتیں رکھی جائیں اور  
 وہ انہیں ادا نہیں کرتا الٹا دیگر امانت کے درپے رہتا ہے۔

اجوبہ: بزرگان دین فرماتے ہیں:

اتقوا الواوآت

یعنی ان امور سے ڈرو جن کے اول لفظ واو آتا ہے جیسے ولایت (حاکم بننا) وزارت، وصایت (کسی کی وصیت کا

بوجھ اٹھانا) وکالت، ودیعت یعنی امانت رکھنا۔

بے نماز کا برا حال: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے نماز کی کیفیت دکھائی گئی کہ ایک قوم کے سر پتھروں سے



پھوڑا جاتا ہے جب تک ان کے سر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں تو پہلے کی طرح صحیح و سالم جھڑ دیئے جاتے ہیں۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کی کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے سرفرض نمازوں کے وقت بوجھل ہو جاتے تھے۔

**تارک زکوٰۃ** حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تارک زکوٰۃ کا حال دکھایا گیا جن کے آگے پیچھے بہت بڑے زخم ہیں وہ اونٹ بکریوں کی طرح بھاگتے ہیں اور انھیں تھوہر کا درخت کھلایا جاتا ہے۔ انصاریج ایک خشک درخت کو کہا جاتا ہے جو کانٹے دار ہوتا ہے۔ ان قوم اس کے ثمر کو کھا جاتا ہے جو کانٹوں کے ساتھ سخت کر ڈا بھی ہے بعض کے نزدیک ایسا درخت دنیا میں نہیں بلکہ یہ صرف جہنم میں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان فرمایا:

انہا تخرج من اصل الجحیم وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

جن لوگوں کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ اور بکریوں کی طرح دوڑتا دیکھا انھیں جہنم کے انگارے کھلائے جا رہے ہیں۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ عرض کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔

**زانیوں کا برا حال** حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زانی دیکھائے گئے جن کے سامنے بھنے ہوئے بہترین گوشت ہانڈیوں کے اندر رکھے ہیں اور دوسری طرف کچا اور بدبودار گوشت پڑا ہے وہ لوگ بھنے ہوئے اور بہترین گوشت کو چھوڑ کر کچا اور بدبودار گوشت کھا رہے ہیں۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کی کہ یہ آپ کے وہ امتی ہیں جو شادی شدہ ہو کر غیر عورتوں کے پاس شب باشی کرتے اور اپنی عورتوں کے پاس نہیں جاتے اور ان کے ساتھ وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں کے بجائے غیر مردوں کے پاس رات گزارتی تھیں یعنی زنا کار مرد اور زانی عورتیں۔

**ڈاکوؤں کا حشر** حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈاکوؤں کا حال دکھایا گیا کہ ایک لکڑی ایسی ہے کہ وہ جس کپڑے یا کسی شے سے گزرتی ہے تو اسے چیر پھاڑ دیتی ہے آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ عرض کی کہ یہ آپ کے اس امتی کی مثال ہے جو لوگوں کے راستے پر چھپے رہتے تھے جو نہی لوگ وہاں سے گزرتے تو وہ ان سے مال چھین لیتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس بڑے فعل سے روکا تھا:

ولا تقعدوا بكل صراط توعدون ایسے راستوں پر مت بیٹھو کہ تم لوگوں کو ڈراتے رہو۔

**بد عمل علماء اور پیر** فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ مذکورہ بالا حالات ظاہری زانی اور ڈاکوؤں کے تھے کچھ یہی حال معنوی زانی اور باطنی ڈاکوؤں کا ہے وہ علماء اور پیر ہیں جو اندرونی طور پر قوم کو تباہ و برباد کرتے ہیں اور ظاہری شکل علماء و مشائخ کی دکھاتے ہیں ایسے لوگ دجال و کذاب ہیں ایسے لوگ اپنی ظاہری صورتیں نیک اور بہتر رکھتے ہیں حالانکہ ان کی طلب کی استعداد غلط ہوتی ہے جس سے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ایسے متکار پیر اور عدا (بد عمل) علماء کو ایسے زانیوں اور ڈاکوؤں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

سود خوار حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سود خوار کی حالت اس شخص کی سی دکھائی گئی جو خون کی نہریں تیرتا جا رہا تھا اور اس کے منہ میں جہنم کے پتھر ڈالے جا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی یہ آپ کا سود خوار امتی ہے۔

بے عمل واعظ و مبلغ اور مقرر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو واعظ بے عمل کی کیفیت دکھائی گئی کہ ایک قوم کی زبانیں اور ہونٹ جہنم کے مقرضیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ ایک دفعہ کاٹ لئے جاتے ہیں تو وہ پتھر پتھر کی طرح صحیح و سالم ہو جاتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطبار، مقررین، مبلغین اور واعظین ہیں جن کی تقریر سے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے اور جو خود بے عمل ہوتے اور دوسروں کو اعمال صالحہ کی تلقین کرتے ہیں۔

از من بگوئے عالم تفسیر گوئی را  
گر در عمل نکوشی تو نادان مفسرے  
باز درخت علم ندانم بجز عمل  
با علم اگر عمل نکنی شاخ بے برے

ترجمہ: تفسیر دان عالم کو میری طرف سے کہہ دو۔ اگر تم عمل میں کوشش نہ کرو گے تو تم بے وقوف مفسر ہو۔ علم بے عمل اس درخت کی طرح ہے جس پر پھل نہ ہو۔

غیبت کرنے والے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبت کرنے والوں کی صورت دکھائی گئی کہ وہ اپنے پہرے اور سینے تانبے کے ناخنوں سے نوچ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو غیبت کرنے اور لوگوں کی عزت گھٹانے کے ورپے رہتے تھے۔

فحش بکنے والے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فحش بکنے والے دکھائے گئے کہ ایک پتھر سے ایک بہت بڑا بیل نکلتا ہے پھر وہ ارادہ کرتا ہے کہ جہاں سے نکلا ہے وہاں واپس لوٹ جائے لیکن بڑی جدوجہد کے باوجود نہیں جاسکتا۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ آپ کا وہ امتی ہے جو چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق تھا یعنی ایسی بات کرتا جو اس کے لائق نہیں ہوتی تھی پھر اس پر کھپتا کہ کاش وہ نہ کہتا لیکن اب اسے ٹوٹنا چاہتا ہے لیکن بات گئی ہوئی کیسے واپس ہو۔

بہشت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہشت کے کنارے پر لایا گیا آپ ایک وادی پر تشریف لائے اس کی ٹھنڈی ہوا اور بہتر خوشبو سے جی باغ باغ ہو جاتا ہے اور اس سے خوش آواز سنائی دیتی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ بہشت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ بہشت کا وعدے پورے کرائیے

یعنے چل کر میں لے دیکھ لوں۔

جنہم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہم کی کیفیت دکھائی گئی آپ کو ایک وادی پر لایا گیا اس سے بہت بڑی مکروہ  
آواز سنائی دی اور اس سے بہت بڑی گندی آواز آئی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض  
کی کہ یہ جنہم کی آواز ہے۔

شکوئی شریف میں ہے: سے

ذره ذره کاندزین ارض و سما ست  
جنس خود را ہریکی چون کھرباست  
معدہ نازا می کشد تامستقر  
می کشد مر آب راتف جگر  
چشم جذاب بتان زاین کو سیاست  
مغز جویاں از گمستان بو سیاست

ترجمہ: (۱) زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ ہر ایک اپنی جنس کے لئے کھربا کی طرح ہے۔

(۲) معدہ طعام کو اپنے مستقیم کھینچتا ہے ایسے ہی جگر کی رومی کو پانی۔

(۳) آنکھ کی کشش اسی قبیل سے ہے۔ مغز باغ کی خوشبو اسی لئے کھینچتا ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو راستے سے ہٹ کر علیہ وسلم کو کھڑا تھا اور پکارتا  
ابلیس ہے: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جبریل علیہ السلام نے عرض کی چلئے اس کی طرف تو جبریل دیکھے، آپ نے پوچھا:  
یہ کون ہے؟ عرض کی کہ یہ خبیث لعین ابلیس آپ کا دشمن ہے چاہتا ہے کہ آپ کو اپنی طرف جھکا دے:

سے

آدمی را دشمن پنہاں بسیت

آدمی با حذر عاقل کسیت

ترجمہ: آدمی کے پوسیدہ دشمن بہت ہیں۔ پر خوف انسان دانا ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گزرتا ہوا وہ سرخ ٹیلے کے نزدیک اپنی  
موسے علیہ السلام مزار میں نماز پڑھ رہے تھے جو نبی حضور علیہ السلام کو وہاں سے گزرتا ہوا دیکھا تو بلند آواز سے کہا:

اکرمته وفضلته (میں نے انھیں افضل واکرم بنایا ہے)

آپ نے فرمایا یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔ آپ نے پوچھا: اسے کون جبریل

رہا تھا۔ عرض کی کہ آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ انھیں جھڑک رہا تھا۔  
ف؛ یہاں عتاب اور جھڑک محبت اور پیار کی تھی۔

مزارات کی زیارت اور مزارات کے نزدیک نوافلؑ وہابی دیوبندی مزارات اولیاء سے نہ صرف روکتے بلکہ اسے  
شُرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ صاحب روح البیان کے مندرجہ  
ذیل قول سے ان کی تردید ہوتی ہے۔ انھوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا:

و الظاهر انه عليه السلام نزل عن قبر  
فصلی رکعتیں لے  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک  
کے قریب اترے اور دو گانہ پڑھا۔

ابراہیم علیہ السلام ایک درخت کے نیچے ایک بوڑھے بزرگ پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جن کے گرداگرد بہت بڑا  
کنبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ آپ کے دادا جان حضرت ابراہیم  
علیہ السلام ہیں۔ آپ نے ان کے قریب جا کر انھیں سلام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دے کر جبریل علیہ السلام سے  
پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے عرض کی کہ یہ آپ کے صاحبزادے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

مرحبا بالنبي الامي العربي

یہ کہہ کر حضور علیہ السلام کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

جس درخت سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا وہیں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام  
انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں کا مزار مبارک تھا۔ حضور علیہ السلام اسی درخت کے نزدیک اترے اور وہیں دو گانہ ادا فرمایا۔  
(معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی مزارات کی زیارت اور وہیں پرنفل دو گانہ پڑھنا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔)

بیت المقدس میں تشریف آوری حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی مزار کی زیارت سے فرغت  
اور ملائکہ کرام کا استقبال! پاکر براق پر سوار ہوئے اور بیت المقدس کے قریب ایک وادی پر پہنچے جہاں  
آپ کو جہنم کی صورت و ساندہ (تیکوں) کی طرح دکھائی گئی۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھا یا حضرت آپ کو جہنم کی کیفیت کیسی محسوس ہوئی؟  
آپ نے فرمایا سیاہ کونکے کی طرح نظر آتی تھی یہاں سے حضور علیہ السلام آگے بڑھے اور ایلیا (بالکسر) میں داخل ہوئے یہی  
مدینۃ القدس ہے جو ارض شام میں واقع ہے یہاں پر آپ کے استقبال کے لئے ملائکہ کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔

لہ۔۔ اضافہ از فقیر اویسی۔

لہ۔۔ از فقیر اویسی

لہ۔۔ روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۱۱۔

وہ فرشتے گنتی اور شمار سے باہر تھے آپ ایلیا کے باب یانی سے داخل ہوئے اور مسجد اقصیٰ میں پہنچے یہاں دروازے کے آگے ایک پتھر پڑا تھا جسے جبریل علیہ السلام نے چیر کر براق کو باندھا۔

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کا قبل اسلام ایک عجیب واقعہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں قیصر (بادشاہ) کے ہاں چند باتیں **العجوبہ** سوچ کر بتائیں اس نیت پر کہ اس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت میں کمی آئے گی یعنی ان کی ایسی باتیں بتاؤں کہ جن سے ان کا جھوٹ ثابت ہو اور قیصر (بادشاہ) ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان سے نفرت کرے گا۔ چنانچہ میں نے قیصر (بادشاہ) سے کہا کہ میں تمہیں اس نبی کی ایک ایسی بات بتاؤں جس سے تمہیں یقین ہو جائے گا کہ واقعی وہ جھوٹا ہے۔ قیصر نے کہا: وہ کیسا؟ ابوسفیان نے کہا کہ وہ کہتا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں بیت اللہ (مکہ) سے بیت المقدس پہنچ کر واپس لوٹ آیا ہوں۔ کیا عقل باور کرتی ہے کہ انسان اتنا لمبا سفر ایک رات میں طے کر لے؟ ابوسفیان یہ ماجرا بیان کر کے خاموش ہوا تو بیت المقدس کا خاص بول پڑا اور قیصر (بادشاہ) سے کہا کہ اس رات کی کہانی مجھ سے سنئے۔ ہوا یوں کہ میری عادت تھی کہ بیت المقدس (مسجد) کے تمام دروازے بند کر کے سوتا تھا اس رات بھی میں نے تمام دروازے بند کئے لیکن ایک دروازہ بند نہ ہو سکا بہت بڑی جدوجہد کے باوجود کھلا رہا۔ اور وہ فلاں دروازہ جو اب بھی ہے اس کے بعد میں نے ہمسایگان کی مدد چاہی اور اسے ہر چند بند کرنے کی کوشش کی گئی مگر بند نہ ہو سکا بالآخر ہم نے اسے ایسے ہی چھوڑ دیا اور سمجھا کہ اسے کچھ خرابی ہے تو کل بنوالیں گے۔ چنانچہ میں اس دروازے کو کھلا چھوڑ کر چلا گیا جب صبح حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ پتھر جو دروازے کے آگے پڑا تھا جس میں سورج نہیں نکلا اب اس میں سورج پایا گیا اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ اس کے ساتھ کسی سواری کو باندھا گیا۔ اور مذکورہ دروازے کے بند نہ ہونے کا بظاہر کوئی سبب نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے کتب سماویہ میں پڑھا تھا کہ جب نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آسمان کی سیر کرائی جائے گی تو وہ بیت المقدس سے آسمانوں پر تشریف لے جائیں گے۔ چنانچہ میں نے یہ کیفیت دیکھ کر اپنے ساتھیوں کو اس وقت کہہ دیا تھا کہ آج شب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی ہے اور دروازے کے بند نہ ہونے کا سبب بھی یہی تھا۔

**ف** دروازے کا بند نہ ہونا بھی حضور علیہ السلام کے معراج کی تصدیق کے لئے ہوا اور نہ جبریل علیہ السلام کے آگے ایسے دروازے حائل نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ان کا پتھر کو چیرنا اور براق کا باندھنا بھی حضور علیہ السلام کی صداقت پر دلالت کے لئے ہوا۔ ورنہ براق کو باندھنے کے کیا معنی۔ اولاً تو وہ براق ہمارے دنیوی جانوروں کی طرح نہیں۔ ثانیاً وہ براق حضور علیہ السلام پر سوجان فدا تھا وہ حضور علیہ السلام کے بغیر کہاں جاسکتا تھا۔ ثالثاً خود اللہ تعالیٰ نے اس براق کو صرف اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھیجا تھا اور صرف انہی کے لئے مسخر کر لیا گیا۔ ان وجوہ کی بنا پر اس کے باندھنے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی سوائے اس کے کہ وہ بھی حضور علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ بنے۔

جب حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجر مذکور پر تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ **حوران بہشت کی حاضری** آپ اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجئے تاکہ آپ کو حوران بہشت دکھائے۔ آپ نے دعا فرمائی

تو آپ کے اور حورانِ بہشت کے درمیان سے پردے ہٹا دیے گئے۔ آپ نے انھیں السلام علیکم کہا۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انھیں نے عرض کی کہ ہم ان نیک لوگوں کی عورتیں ہیں جو دنیا میں پاکباز رہے گناہوں کی میل کچیل ان کے قریب نہ پھٹکی اور وہ بہشت میں آکر دائمی طور پر مقیم ہوں گے یہاں سے کوچ نہیں کریں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے ان پر موت نہیں آئے گی۔

انبیاءِ علیہم السلام حضور علیہ السلام کی خدمت میں اس کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءِ علیہم السلام کو زندہ کر کے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ یاد رہے کہ حضراتِ انبیاءِ علیہم السلام کو عالم برزخ سے عالم دنیا میں صورتِ مثالی کے ساتھ لایا گیا سوائے حضراتِ علیہ، ادریس، خضر اور الیاس علیہم السلام کے۔ وہ چونکہ ابھی زندہ ہیں اسی لئے وہ دنیوی اجسام کے ساتھ حاضر ہوئے! اور تحقیق یہی ہے کہ مذکورہ بالا چاروں حضرات تاحال زندہ ہیں۔ ان تمام حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو سلام عرض کیا آپ کو بہت بڑے مراتب سے فائز المرام ہونے پر مبارکباد پیش کی اور کہا:

الحمد لله الذي جعلك خاتم الانبياء

فنعمة النبي انت و نعم الاخ انت و

امتك خير الامم

ہے۔

اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ آگے بڑھ کر ان سب حضراتِ انبیاءِ علیہم السلام کو دوگانہ پڑھائیے آپ نے جب انھیں دوگانہ پڑھایا۔ آپ کے پیچھے بالکل قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ان کی دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کے بائیں جانب حضرت اسحاق علیہ السلام کھڑے تھے۔ حضور علیہ السلام کے پیچھے انبیاءِ ورسل علیہ السلام نے سات صفیں بنائیں۔ پہلی تین صفیں رسل و انبیاءِ علیہم السلام اور تمام انبیاءِ علیہم السلام کی صفیں تھیں۔

مسئلہ: انسان العیون میں ہے کہ یہ مطلق نفل تھی۔ (واللہ اعلم)

فقہاء کرام کا یہی قول زیادہ قوی ہے۔

سوال: نوافل میں جماعت مکروہ ہے اور یہ دوگانہ نفل تھا تو جماعت کیسی؟

جواب: انبیاءِ علیہم السلام کے لئے کراہت کا خیال کسی مکروہ و مانع میں آئے گا ورنہ ان کا ہر عمل محبوب ہوتا ہے اور یہ ان کا خاصہ ہے اگرچہ عوام کے لئے نوافل کی جماعت مکروہ ہے۔

مسئلہ: منیۃ المفتی میں بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے انبیاءِ علیہم السلام کی ارواح کو دوگانہ پڑھانا نقلی عبادت تھی۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بیت المقدس میں پہنچ کر دو رکعت نفل پڑھے یعنی انبیاءِ علیہم السلام کا اور ملائکہ کرام کا امام بن کر۔ اس کے بعد مجھے سخت پیاس لگی تو میرے سامنے دو پیالے لائے

حدیث تشریف

گئے ایک دودھ کا دوسرا شراب ظہور کا تھا۔ میں نے وہ پیالہ لیا جس میں دودھ تھا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تھا۔ دودھ سے تھوڑا سا پیالہ لیکن شراب والے پیالے کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی :

اصبت الفطرة يا محمد صلى الله عليه وسلم اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فطرت کو پہنچے۔

اس لئے کہ فطرت کے لئے علم و حکمت موزوں ہے۔

اگر آپ شراب کے پیالے سے کچھ نوش فرماتے تو آپ کی امت بالکل گمراہ ہو جاتی اور اگر دودھ کا سالہ پیالہ پی لیتے تو آپ کے وصال کے بعد آپ کی امت کا کوئی فرد بھی گمراہ نہ ہوتا۔ میں نے کہا۔ لائے جبریل علیہ السلام دودھ کا وہی پیالہ کہ میں اسے اپنی لوں تاکہ میری امت گمراہ نہ ہو۔ کہا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایسے ہی لکھا تھا اس کے خلاف ہونا مشکل ہے اس لئے اب رہنے دیجئے جس نے ہلاک ہونا ہے وہ ضرور ہلاک ہو گا اور جس نے نجات پائی ہے وہ بچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سمیع و علیم ہے۔

ف: اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ بیت المقدس سے قبۃ الصخرۃ سے روانہ ہوئے۔ اس لئے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ صخرۃ بیت المقدس بہشت کے پتھروں سے ہے۔

ف: اسی پتھر پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان موجود ہے۔

ابجوبہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دنیائے عالم کا کوئی ایسا ٹیٹھا پانی نہیں جسے اس صخرۃ بیت المقدس سے تعلق نہ ہو یعنی تمام روئے زمین کے چشموں کا پانی اسی صخرہ سے جاتا ہے یہ صخرہ (پتھر) اللہ تعالیٰ کے عجائبات قدرت کا ایک عجوبہ ہے۔

ف: یہ بیت المقدس کے درمیان میں ایک بکھرا ہوا پتھر ہے۔ اسے صخرۃ بیت المقدس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بیت المقدس کی ہر جہت سے منقطع ہے اسے انہی چیزوں سے روکا جاسکتا ہے جن سے پانی کو روکا جاتا ہے اس لئے کہ اس کی ہیبت و کیفیت پانی کی کسی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سہارا کے بغیر ویسے ہی کھڑا ہے۔

ف: اس پتھر کے نیچے ایک غار ہے جو دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور وہ پتھر اس کے اوپر زمین و آسمان کے درمیان لٹکا ہوا ہے۔

ف: حضرت امام ابو بکر ابن العربی نے شرح موطا میں لکھا ہے کہ مجھے خیال ہوا کہ میں اسی پتھر مبارک کے نیچے سے گزروں لیکن اس کی ہیبت سے اس کے نیچے سے نہ گزر سکا اس خطرہ سے کہ شاید وہ میرے گناہوں کی نحوست سے میرے اوپر گر جائے پھر ایک مدت کے بعد جرات کر کے اس کے نیچے سے گزرا تو بڑے عجائبات نظر آئے منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ مجھے ہر طرف سے چلتا ہوا نظر آیا باوجود اس کے کہ اس کا کوئی ٹکڑا زمین سے متصل نہ تھا بلکہ اس کے اپنے بعض ٹکڑے اس سے بہت جدا نظر آتے تھے۔

ف؛ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ بیت المقدس آسمان کے بالکل قریب ہے۔ بعض نے صرف اٹھارہ میل کی مسافت فرمائی ہے۔  
انجوبہ؛ وہ دروازہ جس سے فرشتے زمین سے آسمان پر جاتے ہیں وہ بیت المقدس کے بالمقابل ہے۔

نکتہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر لے جانے کا پروگرام بھی بیت المقدس سے اسی وجہ سے بنایا گیا کہ یہی مکہ کا  
آسمان کے قریب تر ہے اور اسی دروازے کے لئے جو آسمان پر جانے کے لئے کھلا ہوا ہے اس کے لئے آپ  
کو ٹیڑھا سفر کر کے نہ آنا پڑے۔

شانِ رسالت فقیر (سختی) کہتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے راستے سے لے جانے کا مقصد  
یہ تھا کہ آپ کے قدم مہینت لزوم سے بیت المقدس کو بھی برکت نصیب ہو اس لئے کہ یہی مدینۃ المقدس  
اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کی عبادت گاہ ہے اسے حضور علیہ السلام کی برکات سے بھی متبرک کیا گیا۔ اس سے یہ ضروری نہیں کہ آپ  
کو بیت المقدس سے سفر کی سہولت مطلوب تھی۔ یہ تو قیاس الغائب علیٰ المشاہد کے قبیل سے ہے سفر کی سہولت اجسادِ ثقیلہ کو ضرورت  
ہوتی ہے اجسامِ لطیفہ کو سہولت کا کیا معنی؟ بالخصوص ملکوتی حضرات اور ارواحِ طیبہ تو اس قسم کی تکالیف سے منزہ اور پاک ہیں اس لئے  
کہ لطیف اشیا ایسی ضرورتوں کی محتاج نہیں ہوتیں اور عاشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
تمام کائنات یہاں تک کہ ملکوت و لاہوت اور قدوسی اور مالا الاعلیٰ و دیگر تمام مقربین ملائکہ سے لطیف ترین ہیں جسم شریف بھی  
روح مقدس کی طرح لطیف ہے۔

یہ وہابیہ دیوبندیہ پارٹی کا رد ہے کہ وہ آپ کی بشریت کو کثیف سمجھتے ہیں۔

اور قاعدہ ہے کہ اجسامِ لطیفہ کے لئے کوئی شے حائل نہیں ہوتی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہنا کہ بیت المقدس  
کا سیدھا راستہ تھا اور ٹیڑھا راستہ اختیار نہ کرنا وغیرہ وغیرہ تکلفات رکھیں اور معراج کے مناسب حال کے خلاف ہے۔

نزلِ علیہ السلام یہ مسئلہ بھی اپنے مقام پر مسلم ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام قربِ قیامت میں منارہ بیضا  
دمشق میں نزولِ اجلال فرمائیں گے اگر آسمان کے راستے والی بات ہوتی تو وہ بھی بیت المقدس

میں اترتے حالانکہ دمشق اور شام کے درمیان کافی فاصلہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا بیت المقدس سے آسمانوں  
پر تشریف لے جانا راستے کی وجہ سے نہ ہوا سے عقل بھی نہیں مانتی۔

آسمان پر روانگی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں انبیاء علیہم السلام کو دو گانہ پڑھا کہ فارغ  
ہوا تو مجھے جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے جانے  
کے لئے تیار ہی کیجئے میں تیار ہو گیا سامنے دیکھا کہ ایک سیڑھی آسمانوں کی طرف بچھائی گئی ہے وہ سیڑھی سونے کی تھی اس کے پائے



چاندی کے تھے اس میں لوگوں اور یا قوت کا جزاؤ تھا وہ موتی نور کی طرح چمکتے تھے اس کا پہلا پایہ صحزہ بیت المقدس کے اوپر تھا اور اس کا آخری پایہ آسمان سے ملا ہوا تھا مجھے جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس سیڑھی کے ذریعے آسمان پر تشریف لے چلیے۔ (کذا فی ربيع الابرار)

ف: انسان العیون میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی سیر اس سیڑھی کے ذریعے ہوئی اس وقت آپ کو براق نہیں لے گیا تھا۔

ف: المعراج بکسر المیم و بفتح ما ہر وہ شے جو بنو آدم کے ارواح آسمانوں پر لے جائے دراصل وہ سونے کی ایک سیڑھی ہے جس کے ذریعے سے آسمانوں پر جاتے ہیں یہ وہ سیڑھی ہے جس سے حسین ترین اور کوئی سیڑھی نہیں۔

مرنے کے بعد آنکھ کیوں کھلی رہتی ہے میت کے جسم سے جب روح خارج ہو کر آسمان پر جاتی ہے تو اس وقت میت کی آنکھ کھلی رہتی ہے اس وقت میت کو وہی سیڑھی نظر آتی ہے جس سیڑھی کے ذریعے اس کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں یہ سلسلہ مؤمن و کافر ہر دونوں کے لئے ہوتا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مؤمن کی روح آسمان کے اوپر اعلیٰ علیین میں چلی جاتی ہے اور کافر کی روح کو دھکیل کر زمین کے اندر سجن میں پھینکا جاتا ہے اس سے کافر کی آنکھ حسرت اور حزن کے مارے کھلی رہتی ہے اور اپنی دھکیلی ہوئی روح سے بھی گویا اسے سزا دی جا رہی ہے۔

ف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ جنت الفردوس سے لائی گئی اور اسے بہترین موتیوں کا جزاؤ تھا اس کے دائیں طرف بھی فرشتے اور بائیں طرف بھی فرشتے تھے۔ اس شان و شوکت سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے جبریل علیہ السلام خدمت گزار ہی کے لئے ہر وقت آپ کے ساتھ رہے۔

صوفی کے نزدیک معراج کا مفہوم بعض مشائخ کرام کا فرمان ہے کہ معراج بمعنی صورت الجذب والانبذاب و تمثیل الصعود و النزول وہاں ظاہری سیڑھی کا کیا معنی وہ ملکوتی سیر تھی اور ملکوتی سیر کو سیڑھی کی کیا ضرورت: ہاں عالم ملک کو سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے اور عالم ملکوت کو عالم ملک پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔ اگر غور کیا جائے تو یقین ہو جائے گا کہ عالم ملکوت عالم ملک پر بھی مشتمل ہوتا ہے صورۃً بھی معنی بھی اور قاعدہ یہ ہے کہ صورت معنی کے تابع ہوتی ہے جیسے اسیر و الاسر کا حال تھا کہ ان کی ظاہری صورت معنوی صورت کے تابع تھی اس لئے کہ اگر آپ کا جسم روح کے تابع نہ ہوتا تو آسمان کا عروج مشکل ہو جاتا جیسے آپ کی صورت مبارکہ کی صورت ایک تھی اسی طرح آپ کی حقیقت کی بھی ایک حقیقت ہے ہر شے کو اپنی حقیقت حال پر رکھنا ضروری ہے لیکن حضور علیہ السلام کی ظاہری صورت اور حقیقت کا تصور کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا اسی طرح آپ کے متعلقات بھی اوہام و خیالات سے ورار ہیں۔

ف: معدن، نباتات، حیوان مرکبات ہیں انہیں موالید ثلاثہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کے آثار اثریات ہیں یعنی اجرام اثیریہ جسے افلاک سے تعبیر کیا جاتا ہے ان میں اجرام نیرہ ہیں ان کی تاثیر سے ان موالید ثلاثہ کو فیض نسیب ہوتا ہے اور ان کے اہمیت

عصریات ہیں اور عناصر چار ہیں :

- |   |            |
|---|------------|
| ① | زمین       |
| ② | مار (پانی) |
| ③ | ہوا        |
| ④ | نار (آگ)   |

زمین علی الاطلاق ثقیل ہے اور پانی بہ نسبت ہوا اور نار کے ثقیل ہے اور پانی اکثر زمین کو محیط ہے اور ہوا پانی اور نار کے لحاظ سے خفیف ہے اور پانی اور آگ علی الاطلاق خفیف ہے اور نار ہوا کے کرة کو محیط ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج ان تمام عناصر کو حرکت قسریہ سے طے فرمایا اور حرکت قسریہ کا ہمیں انکار نہیں۔

اسرائے جہانی کے منکرین کہتے ہیں کہ پتھر کو اوپر پھینکا جائے تو وہ نیچے گرتا ہے اور ہوا کے اوپر جانا ازالہ اولیام ① پتھر کی طبع کے خلاف ہے، ہم انہیں کہیں گے کہ پتھر کی طبع کا تقاضا اگرچہ اوپر جانا ہے لیکن اس کی یہ بھی طبع کا تقاضا ہے کہ وہ حرکت کو اختیار کرے اسی وجہ سے وہ خود اگرچہ اوپر نہیں جاسکتا لیکن اگر اسے اوپر لے جایا جائے تو وہ جاسکتا ہے۔ اولاً تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر پر قیاس نہ کیا جائے کیونکہ آپ کا جسم اطہر کثیف نہیں بلکہ نہ صرف لطیف بلکہ لطیف ترین تھا۔

الفک الاثیری یعنی کرة نار سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرنا بھی محال نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ کرة نار کا کام جلانا ہے اور انسانی جسم آگ میں جلنے کا مادہ رکھتا ہے پھر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کربہ سے بچ کر جانا عقل نہیں مانتی۔ ②

جواب (۱) ضروری نہیں کہ آگ ہر ایک شے کو جلا دے مثلاً بہت سی ادویہ ہیں کہ جنہیں جسم انسانی پر مل لیا جائے تو آگ جسم پر اثر انداز نہیں ہو سکتی اور اسے مخالفین بھی مانتے ہیں اس معنی پر اگر عام انسان ادویہ مل کر آگ میں چلا جائے تو آگ اثر نہ کرے تو پھر نبوت کے حامل اور بلانے والے خود خالق کائنات پر غلط گمان کیوں۔

جواب (۲) آگ ایسے جسم پر اثر انداز ہوتی ہے جو کثیف ہو اور لطیف جسم کو آگ نہیں جلا سکتی بلکہ جسم انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نہ صرف آگ کے تاثرات مٹ جاتے ہیں بلکہ اس کے اندر اس کی ضد یعنی پانی کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام پر نار نہ صرف گلزار ہو گئی بلکہ اسے برداً و سلاماً سے بدل دیا گیا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک سبز رنگ کے دریا پر پہنچا جو بڑے بڑے دریاؤں سے بھی عظیم تر تھا میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کیسا دریا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ دریا ہے، نہ اس کے اوپر کوئی شے ہے نہ ہی نیچے، یہ خلا میں ایسے ہی چل رہا ہے۔ اس کی

عظمت اور گہرائی کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اگر یہی دریا دنیا والوں کو حائل نہ ہوتا تو سورج کی گرمی دنیا والوں کو جلا کر راکھ بنا دیتی۔

آسمان دنیا یعنی پہلا آسمان حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آسمان دنیا پر پہنچا حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے دونوں بازو پکڑ کر اپنے انگوٹھے سے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

آپ کے بازو مبارک کے ذریعے اس لئے دروازہ کھٹکھٹایا تاکہ آسمان والوں کو معلوم ہو کہ ان کے ساتھ کوئی انسان یعنی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اگر وہ اکیلے ہوتے تو دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت ہی نہیں تھی دوسرا اس لئے کہ وہ ایسے وقت دروازہ کھلوانے کے لئے کہہ رہے تھے جو ان کے خلاف معمول تھا انھیں باور کرانا مطلوب تھا کہ واقعی حضور تاجدار رسل صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں! اس سے واضح ہوتا ہے کہ ملائکہ کرام کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار تھا بلکہ انھیں آپ کی تشریف آوری تک کے لئے پہرہ داری کے لئے مامور کیا گیا تھا چنانچہ مندرجہ ذیل روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

جو نبی حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو دنیا کے ملائکہ کی استقبال کیٹی اور جبریل علیہ السلام نگران فرشتے نے پوچھا: کون؟ جبریل علیہ السلام نے اپنا تعارف کرایا تو اس نے پوچھا:

وَمَنْ مَعَكَ  
آپ کے ساتھ اور کون ہیں؟

وہ اس لئے کہ وہ فرشتہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے ساتھ حضور آقائے نامہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے کہا:

اد قد بعث محمد  
کیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بعوث ہو چکے ہیں۔

انہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کا علم تو رکھتا تھا لیکن اسے آپ کی بعثت کی خبر نہیں تھی۔ چنانچہ وہ فرشتہ جبریل علیہ السلام سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مشورہ بہار سن کر کہنے لگا: الحمد للہ۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم پہلے آسمان کے اندر داخل ہوئے تو استقبال کیٹی کے صدر فرشتہ نے عرض کی:

مرحباً بک یا محمد ولنعم المبعی مجید  
مرحبا سے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا تشریف لانا مبارک۔

حضرت جبریل علیہ السلام سے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا: ان کا نام اسماعیل ہے اور آسمان دنیا کے خازن (صدر) ہیں۔ یہ آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں ہے۔ آپ آگے چلئے اور اسے السلام علیکم سے نوازیئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میں نے اس کے قریب ہو کر السلام علیکم کہا، انھوں نے سلام کا جواب دے کر خوش آمدید کہا۔ جب میری اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا:

اشریا محمد فان الخیر کلہ فیک و فی  
امتک فحمد لله علی ذالک  
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک کل بھلائی آپ کے  
لئے اور آپ کی امت کے لئے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی  
حمد و شکر ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
اعتراف دوسرے رنگ میں  
یہ اسماعیل فرشتہ زمین پر کبھی نہیں آیا صرف حضرت ملک الموت علیہ السلام کے  
ساتھ اس وقت زمین پر آیا جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

شریف ہوا۔  
استقبالیہ کمیٹی کے افراد اسماعیل فرشتے کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ستر ستر  
ہزار فرشتے ہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس فرشتہ اسماعیل  
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہلے آسمان پر  
کی نگرانی میں ملائکہ کا بہت بڑا لشکر صرف بھٹ کھڑا تھا اور  
بلند آواز سے پڑھ رہے تھے یہ

سبوحا سبوحا رب الملائکہ و الروح قدوسا  
قدوسا رب الارباب سبحان العظیم الاعظم  
تمام تسبیحیں رب الملائکہ و الروح کے لئے ہیں اور تمام تقدیس  
رب الارباب عظیم اعظم کے لئے۔  
یہ ملائکہ سورہ ملک پڑھا کرتے ہیں۔ ان میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی صورت (مثالی) دیکھی میں نے ان سے پوچھا آپ  
یہاں کیسے پہنچے؟ انھوں نے عرض کی کہ تہجد کی نماز کی برکت سے یہ

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بحافظ  
از یمن دعائے شب و ورد سحری بود  
(ترجمہ: وہ خزانہ سعادت جو حافظ کو نصیب ہوا وہ دعائے شب اور سحر کے ورد کی برکت ہے۔)

۱۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آسمان پر تشریف لے جانا اسی حیثیت سے ہے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہشت میں تشریف لے گئے۔  
۱۲۔ اسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر استقبالیہ نعروں سے تعبیر کیا جائے تو بجائے ۱۲۔ (اولیٰ)

حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات  
 حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں حضرت آدم علیہ السلام کے  
 ہاں پہنچا تو وہ ایسے تر و تازہ اور جوان معلوم ہوتے تھے گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں

ابھی پیدا فرمایا ہے یعنی نہایت ہی حسین و جمیل نظر آتے۔ ان کی تسبیح یہ تھی؛

سبحان الجلیل الاجل سبحان الواسع الفعی جلیل و اجل کی پاکی و اسح غنی کی پاکی اللہ عظیم کی حمد کے ساتھ  
 سبحان اللہ العظیم و بحمدہ  
 پاکی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے جب کفار کی ارواح پیش کی جاتی ہیں تو فرماتے ہیں کہ یہ ارواح خبیثہ اجسام خبیثہ میں رہیں انہیں  
 سبجین میں دھکیل دو۔

سوال؛ کفار کی ارواح کے لئے تو آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے تو پھر وہ آدم علیہ السلام کے ہاں کیسے پیش ہوتی ہیں؟  
 جواب؛ چونکہ آسمان شیشے کی طرح صاف و شفاف ہے اس لئے حضرت آدم علیہ السلام اپنی سند سے ہی انہیں آسمان کے اندر  
 سے دیکھ لیتے ہیں۔

سوال؛ ایک روایت میں ہے کہ مومنین کی ارواح علیین میں ہوتی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ بعض گنہگاروں کی ارواح آسمان  
 و زمین کے درمیان لٹکی ہوتی ہے ان دونوں روایتوں میں تطبیق کیسی؟

جواب؛ سعادت مندوں کی ارواح کا مبداء آسمان دنیا ہے پھر اعلیٰ علیین تک مختلف درجات و مراتب ہوتے چلے جاتے ہیں اور  
 اشد قیاد کے مراتب آسمان دنیا کے اندر سے شروع ہو کر سبجین تک پہنچتا ہے اس کے درمیانی درجات و مراتب مختلف ہوتے  
 ہیں۔ یاد رہے کہ سبجین جہنم کے طبقات کے نیچے ہے وہی ابلیس اور اس کی ذریت کا مسکن ہے کافروں کی ارواح گنہگاروں کی  
 ارواح سے نیچے ہیں اس لئے بعض گنہگاروں کی روحوں فی الحال آسمان و زمین کے درمیان لٹکی ہوئی ہیں انہیں سزا کے بعد  
 صاف ستھر کر کے دوسری ارواح کے ساتھ علیین پر پہنچائی جائیں گی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے خوش آمدید کہا کہ اس کو السلام علیکم کہا۔ انہوں نے سلام کے جواب میں کہا:  
 مرحبا بالابن الصالح و النبی الصالح

جی آئے میرے صاحبزادے اور نبی نیک بخت۔

ف: مرحباً مصدر ہے اس کا عامل مخدوف ہے دراصل "لغیت رجلاً وسعاً" تھا یعنی آپ نے بہت بڑی فریاد اور وسعت  
 کو پایا۔

نکتہ؛ حضرت آدم علیہ السلام کی مسند فلک قمر میں ہے۔

ف: حضرت آدم علیہ السلام کو چاند سے سرعت کی وجہ سے مناسبت ہے اسی لئے آپ کی مسند وہاں مقرر ہوئی اس لئے کہ چاند  
 ایک مہینے میں وہ تمام بروج طے کر لیتا ہے جو سورج ایک سال کے بعد طے کرتا ہے اور آدم علیہ السلام کی حرکات ذہنیہ اور انتقالات

باطنیہ میں بہت بڑی تیزی رکھتے ہیں۔

**نکتہ** حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف آدم علیہ السلام سے پہلے آسمان کی ملاقات کی ایک وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو حضور علیہ السلام سے صفاتیہ یا فعلیہ اور حالیہ مناسبت ہے اگرچہ بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوئی ہوگی تو وہ اس طرح کی مخصوص ملاقات نہیں ہوگی اور نہ انھیں اس طرح کی مناسبت ہے اسی طرح آنے والے مقامات پر مخصوص انبیاء علیہم السلام کی ملاقات کا حال ہے۔

**نکتہ** تفسیر المناسبات فی سورہ نجم میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کی ملاقات ہوئی اس لئے کہ وہ امن و جوار الہی میں ہیں اور چونکہ انھیں ان کے دشمن ابلیس نے بہشت سے نکالا تھا اس لئے انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے امن و جوار میں لے لیا اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے ہجرت پر مجبور کر دیا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے امن و سلامتی بخشی ان دونوں قصوں کو آپس میں مشابہت کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے ملاقات کا موقع بخشا گیا۔ چونکہ آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے ہر نیک اور بد کے روح کو دیکھا تھا اور اس کے لئے پہلا آسمان موزوں تھا اس لئے کہ کفار کی روح کو آسمان کے اوپر جانے کی اجازت نہیں اسی لئے وہ پہلے آسمان میں مسند نشین ہوتے تاکہ نیکوں کی روحوں کے ساتھ کفار کی روح آسمان کے اندر سے دیکھ سکیں اس کی تشریح گزشتہ اوراق میں ہم نے بیان کی ہے۔

**یتامی کے اموال کھانے والے** حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک قوم کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح ہیں ہر ایک کے دونوں ہاتھ جہنم کے انگاروں سے پُر ہیں وہ اپنے منہ میں ڈالتے ہیں تو وہی انگارے ان کی دبروں سے نکل آتے ہیں میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم کر کے اور ناحق یتامی کا مال کھاتے تھے۔

**ف**؛ پہلے مختلف عذاب میں مبتلا ہونے والے مثالی طور پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے ان میں یہ لوگ نہیں تھے اور حدیث شریف میں آجال سے اشخاص مراد ہیں اور اس سے بھی یتیموں کے وہ متولی مراد ہیں جو یتامی کے اموال کے متولی ہو کر ناجائز طور پر ان پر ہاتھ صاف کرتے تھے یہ

**سود خوار** حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بعض ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے پیٹ بہت موٹے ہیں دور سے ان میں سے ہر ایک کا پیٹ بہت بڑا کمرہ (کسی کا گھر معلوم ہوتا ہے) اور ان کے اندر بڑے بڑے سانپ نظر آتے ہیں وہ فرعوں والوں کے راستوں پر پیسے اونٹ کی طرح پڑے ہیں انھیں بجائے پانی کے آگ کے انگارے پیش کئے جاتے ہیں وہ اس جگہ سے بھاگنے کی بہت کوشش کرتے ہیں لیکن وہ سے بھاگ نہیں سکتے۔

۱۲۔ یہاں پر مدارس عربیہ اور یتیم خانوں کے منتظین توجہ دیں کہ یتامی کے نام پر چندے جمع کر کے خود بڑا کر جاتے ہیں ۱۲۔

ف: انھیں فرعون والوں کے راستوں پر اس لئے ڈالا جائے گا کہ ان پر آمد و رفت بکثرت ہے سو دنو خوار اس آمد و رفت سے پیسے جلتے ہیں جس سے انھیں سخت عذاب ہوتا ہے۔

حل لغات: حدیث شریف میں الابل المہومۃ ملقے ہوا ہے یعنی ہر وہ اونٹ جنھیں الہیام کی بیماری ہو اور اسے ہوا کی بیماری گھیر لیتی ہے یا الیہود بمعنی پیاسہ اونٹ۔

ایک روایت میں ہے کہ مذکورہ بالا لوگ جو نہی اٹھنے کی جرأت کرتے ہیں تو گر جاتے ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ یہ سو دنو خوار ہیں۔

ف: سو دنو خواروں کو پہلے بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر شب معراج دیکھا تھا لیکن اس میں یہ تھا کہ ان میں سے ایک دریا میں تیرتا تھا اور اس پر پتھر پڑتے تھے ان میں مطابقت یہی ہے کہ زمین میں انھیں ایسے ہی دریا میں ڈال کر دوسری طرف نکال لیا جاتا ہو اور ان کی وہی کیفیت ہو جو مذکور ہوئی اور اسی طرح انھیں دائمی عذاب میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔

حرام خور  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسی قوم گزرا جن کے لئے بہترین اور لذیذ گوشت کے دسترخوان پڑے ہیں اور وہ بدبودار اور گندے گوشت کے خوجوں سے گوشت کھا رہے ہیں میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑ کر حرام کھاتے تھے یہ اعم بے یتانے کا مال ہے یا کسی اور کا اور ان کا ذکر پہلے نہیں

ہوا۔

زانی عورتیں  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سی عورتیں پستانوں سے بندھی ہوئی دیکھیں ہیں نے پوچھا کہ یہ کون عورتیں ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یہ وہ عورتیں ہیں جو ایسے مردوں کے پاس جاتی تھیں جو ان کی اولاد سے نہیں تھے یعنی زنا کی مرتکب ہوتی تھیں۔

دریائے نیل و فرات  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے آسمان پر میں نے نیل و فرات کو دیکھا وہ اس لئے کہ ان دونوں کا سرچشمہ سدرۃ المفتری کے نچلے حصے سے ہے اور وہ دونوں تمام بہشتوں سے گزرے ہوئے پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں وہاں سے زمین پر ان کا پانی گرتا ہے تو یہ دونوں نہریں جاری ہوئی ہیں۔

ف: الجامع الصغیر کے زوائد میں ہے کہ دریائے نیل جنت سے نکلتا ہے اگر اس میں تیر کر بہشت کے پتوں سے کچھ تلاش کرو تو اس میں سے بہشت کا کوئی ایک پتہ پالو گے۔

دوسرے آسمان کی سیر  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا گیا حضرت جبریل علیہ السلام نے دوسرے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا آسمان کے نگران فرشتے نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: میرے ساتھ حضور تاجدار رسل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نگران فرشتے نے کہا: کیا حضور علیہ السلام مبعوث ہو چکے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ہاں یہ سن کر آسمان کے نگران فرشتے نے دروازہ کھول دیا

اور ہم اندر چلے گئے دیکھا تو وہ وہاں دو خالہ زاد بھائی یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام تشریف فرما ہیں اور ہر دونوں آپس میں ہم شکل ہیں اور لباس کے علاوہ بال بھی ایک جیسے ہیں اور ان کے ساتھ ان کی امت کے افراد بھی تھے انھوں نے مجھے خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر فرمائی۔

ف: عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام دونوں خالہ زاد بھائی باہن معنی ہیں کہ ان کی مائیں آپس میں بہنیں تھیں اس کی تفصیل ہم نے سورہ آل عمران کی تفسیر میں عرض کر دی ہے

ف: تفسیر المناہج میں ہے کہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ یہودیوں کی وجہ سے آزمائش میں ڈالے گئے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر کے انھیں ایذا دی اور انھیں قتل کرنے کی سازشیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمان پر اٹھایا اور یحییٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے شہید کر ڈالا۔

مثنوی شریف: س

بچوں سفہا تراست این کار و کیا

لازم آمد یقتلون الانبیاء

ترجمہ: ان پاگلوں کے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ انبیاء کو قتل کرنا لازم ہے۔

یہودیوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی جب مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے اس نکتہ معنی پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے امتحان سے گزرنا پڑا اس لحاظ سے آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کو مناسبت ہوئی اس اعتبار سے ان کی آپ کے ساتھ دوسرے آسمان پر ملاقات ہوئی۔

یہودیوں کی ایذا کی تفصیل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں نے سخت ترین مظالم کئے۔ ایک دفعہ بہت بڑا پتھر اٹھا کر آپ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ فرمایا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات بخش کر انھیں آسمان پر اٹھایا ایسے ہی انھوں نے سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری کے گوشت میں زہر ملا دی اس زہر پلے لقمے کا اثر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی بھر رہا یہاں تک کہ وصال شریف کا ایک سبب یہی زہر پلا لقمہ بھی تھا چنانچہ آپ نے بوقت وصال فرمایا کہ یہودیوں نے جیسے عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے کیا میرے ساتھ بھی وہی کیا۔

حل لغات: حدیث شریف میں لفظ تعادہ وارو ہوا ہے یہ عادتہ السعة یہ اس وقت بولتے ہیں جب وہ شے اپنے وقت معین پر دورہ کرے۔

حدیث شریف

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



ما خالت اكلة خيبر تعادني فهذا اوان  
 خيبر کا لقمہ میرے اوپر دورہ کرتا ہے اب وقت آگیا ہے کہ  
 قطعاً ابھری اس نے میری کمر توڑ ڈالی ہے۔

ف: ابروہ رگ بوقلب سے متصل انسان کی پیٹھ میں واقع ہے اس کے متعلق قانون قدرت ہے کہ جب وہ ٹوٹ جائے تو  
 انسان مر جاتا ہے۔

مردی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہودی  
 یہودیہ کا زہر کھلانا اور حضور علیہ السلام کا علم غیب عورت بکری کے گوشت میں زہر ملا کر طعام لے آئی حضور سرور عالم  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے کچھ کھایا ہی تھا کہ آپ نے تمام صحابہ کرام سے فرمایا:  
 ارفعوا ايديكم فانها اخبرتني انها مسومة کھانے سے ہاتھ اٹھا لو اس لئے کہ بکری نے مجھے عرض کیا ہے  
 کہ مجھ میں زہر ملا گیا ہے۔

اسی زہریلے طعام سے بشر بن البراء شہید ہوئے۔ اسی یہودیہ عورت کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ نے  
 اس سے طعام میں زہر ملانے کا سبب پوچھا اس نے عرض کی کہ میرا ارادہ تھا کہ میں آپ کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ  
 نے میرے قتل کرنے پر کسی کو مسلط نہیں کیا۔

نکتہ صوفیانہ وصال کے وقت تک زہر کا اثر نہ کرنے کا موجب یہ ہوا کہ آپ اگرچہ ارشاد و تبلیغ کے لئے عالم سفلی میں تشریف  
 رکھتے تھے لیکن آپ کی روح کا تعلق بدستور عالم بالا میں رہا اور اس اعلیٰ المراتب میں زہر کا اثر کیسا بچر موت  
 کا وقت قریب ہوا تو آپ نے اوتنے المراتب کی طرف رجوع فرمایا اس لئے کہ موت نے صرف بشریت پر اثر ڈالا تھا آپ جب  
 عالم سفلی کی طرف گئے تو زہر نے اثر ڈال لیا۔

تیسرے آسمان کی سیر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم تیسرے آسمان پر پہنچے تو حضرت جبریل علیہ السلام  
 نے دروازہ کھلوا یا تو اندر سے آواز آئی کہ آپ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے اپنا تعارف کرایا۔  
 آواز آئی آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کہ کیا آپ مبعوث ہو چکے ہیں؟  
 جبریل علیہ السلام نے کہا، ہاں۔ دروازہ کھولا گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ ان کے اتنی تھے۔  
 یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن دیا گیا یعنی انھیں دنیا سے عالم کا آدھا حسن یوسف علیہ السلام کو اور باقی آدھا حسن تمام لوگوں پر تقسیم ہوا۔  
 ف: اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فضل و کمال میں  
 علی الاطلاق تمام کائنات سے افضل ہیں۔

ف: بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سے آدھا حسن دیا گیا حضور علیہ  
 الصلوٰۃ والسلام اطمح (طیح تر) ہیں اور یوسف علیہ السلام ابیض سفید رنگت والے تھے۔

حضرت جامی قدس سرہ نے فرمایا : س

دبیر صنع نوشت کرد عارض تو  
بمشک ناب کہ الحسن والملاحتہ لک

ترجمہ : کاریگر حقیقی کے قلم نے تمہارے چہرے اقدس پر مشک خالص سے لکھا کہ حسن آپ کے لئے اور ملاحظہ یوسف علیہ السلام کے لئے ہے۔

حسن و ملاحظہ عالم صفات سے ہیں اور یہ کمال صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اس لئے کہ آپ تجلیات انکسار علیٰ کمال جامع ہیں صورت اور معنی بھی اس لئے کہ آپ افضل من الکل ہے۔ اس لئے کہ آپ کی ہر تجلی اکمل تھی اور اس میں کسی کو شک و شبہ نہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے مجھے ملتے ہی خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر فرمائی۔

فت : تفسیر المناہجات میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی ملاقات میں مناسبت یہ تھی کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے گھر سے نکالا لیکن یوسف علیہ السلام برسر اقدار تو انھیں فرمایا :  
لا تثریب علیکم الیوم اے بھائیو! تمہارے اوپر کوئی ظلمت نہیں۔

اسی طرح حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کے رشتہ داروں نے کعبہ معظمہ سے ہجرت کرائی پھر جب وہ بدر میں قیدی ہو کر آئے تو ان میں آپ کے رشتہ دار بھی تھے مثلاً حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے عقیل وغیرہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاف فرمادیا ان سے فدیہ وغیرہ لیا لیکن یوم فتح (فتح مکہ کے دن) آپ نے سب کو جمع کر کے فرمایا :

لا تثریب علیکم الیوم

یعنی اے میرے رشتہ دارو! آج میں وہی کہہ رہا ہوں جیسے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

پوچھا آسمان ہم چوتھے آسمان پر پہنچنے اس کے دیوانے پر بھی وہی سوال و جواب ہونے جیسے پہلے آسمانوں پر ہوتے تھے۔ اس آسمان میں مجھے حضرت ادریس علیہ السلام ملے۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر مرعبا کہا اور دعائے خیر فرمائی! انھیں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

ورفعناہ مکانا علیاً اور ہم نے ادریس علیہ السلام کا مکان بلند کیا۔

یعنی انھیں چوتھے آسمان پر زندہ اٹھایا جیسا کہ اس طرح کی ایک اور روایت ہے اور بعض روایات میں ہے کہ وہ اس وقت بہشت میں ہیں۔ اس روایت کے مطابق آپ کا چوتھے آسمان پر پہنچ جانا بھی ان کے بہشت میں ہونے کے منافی نہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ آپ جب مصر سے باہر تشریف لے گئے تو آپ کو

آسمان پر لے جایا گیا اس کے بعد آپ نے روئے زمین کی سیر کی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دعوت دی آپ بتیس لغات جانتے تھے اور مختلف اقوام کو مختلف لغات میں وعظ و تبلیغ فرمائی اور انھیں بہت زیادہ علوم سکھائے۔

سب سے پہلے عالم دنیا میں علم نجوم حضرت ادریس علیہ السلام نے ظاہر فرمایا یعنی وہ علم جو آنے والے واقعات سے علم نجوم تعلق رکھتا ہے اور انھیں ستاروں کے حساب سے معلوم کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: علم نجوم حق ہے بشرطیکہ اس کے حساب میں غلطی اور خطا واقع نہ ہو ورنہ بہت سے لوگ اس میں بہت بڑی بڑی غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

تفسیر المناسبات میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کی وجہ یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام نے ہی سب سے پہلے

قلم سے لکھا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے قلم سے کام لیا اور یہ آپ کے لئے چوتھا نمبر ہے۔ چنانچہ آپ نے بادشاہوں کو خطوط و مراسلات سے خوف خداوندی سنایا اور اسی ذریعہ سے انھیں دعوت اسلام بھجوائی یہاں تک کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب والا نامہ ابوسفیان کے سامنے ہرقل کے ہاں پہنچا تو ابوسفیان نے کہا مجھے اس خط سے ہرقل کا خطرہ ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کا خط پڑھ کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول نہ کرے اور ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں اس وقت حیران ہو گیا کہ ابن ابی کبشہ (یعنی حضور علیہ السلام) کا اتنا بڑا اثر کہ ابن ابی الاصفرد ہرقل (بھی ان کا نام سن کر گھبرا یا ہوا ہے۔ بہر حال آپ نے دعوت اسلام قلم کے ذریعہ سے بھی فرمائی ہے جو اس وقت کے مشاہیر بادشاہوں کو خطوط لکھے۔

اس وقت کے جن بادشاہوں نے آپ کی اتباع قبول فرمائی وہ یہ ہیں :

① نجاشی

② عمان کا بادشاہ

بعض وہ ہیں جنہوں نے آپ سے نیاز مندی و عقیدت مندی کا ثبوت دیا اور آپ کے ہاں ہدایا و تحائف بھیجے جیسے المقوقس بعض وہ ہیں جنہوں نے آپ کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر فتح و نصرت دی اسی کو مقام علی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ادریس علیہ السلام کی طرح قلم سے لکھ لیتے تھے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پانچویں آسمان پر پہنچے تو وہاں بھی وہی گفتگو ہوئی جو گذشتہ آسمانوں میں ہوئی وہیں پر آپ کو ہارون علیہ السلام ملے انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر کی چونکہ ہارون علیہ السلام سے

ان کی قوم محبت کرتی تھی اس لئے کہ آپ ان سے نرمی کرتے تھے بخلاف موسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ ان سے سختی کرتے تھے اس لئے قوم نے آپ کو سنت ایذا نہیں بھی پہنچائی۔ ہارون علیہ السلام کی نرمی کی وجہ سے آسمان پر ان کی قوم ان کے ساتھ تھی اور آپ انھیں قصہ سنار ہے تھے اور ہارون علیہ السلام جب آسمان پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو ان کی ادھی ریش مبارک سفید

اور ادھی سیاہ تھی اور لمبی اتنی تھی کہ ناک تک پہنچتی تھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات کی مناسبت یہی ہے کہ جیسے ہارون علیہ السلام اپنی قوم کو محبوب تھے حضور علیہ السلام بھی اپنی قوم قریش کے محبوب تھے لیکن اسلام کے غلبہ کے بعد ورنہ اس سے قبل تو آپ سے سخت بغض و عداوت رکھتے تھے۔ (کذا فی مناسبات التفسیر)

**عقل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت کا بیان**  
حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکثر کتابوں میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے دنیا سے تا انتہائے دنیا جتنا عقول لوگوں کو عطا فرماتے ہیں وہ حضور علیہ السلام کے مقابلے میں وہی نسبت رکھتے ہیں جو ریت کے ایک ذرہ کو دنیا سے عالم کے تمام ریت کے ٹیلوں سے۔

**دیوبندیوں اور مودودیوں و دیگر مذاہب**  
ظاہر ہے کہ انسان عقل کے ذریعے ہی فضائل حاصل اور ذائل سے اجتناب کرتا ہے اور اصابتِ الرائی اور جودتِ فطنت و حسن سیاست اور بہتر تدبیر عقل سے ہوتی ہے اور ان امور میں جتنا کمال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا دوسروں کو ذرہ برابر بھی نصیب نہ ہوا۔ مثلاً عرب کے وحشی و وحشت میں ضرب المثل تھے لیکن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن تدبیر سے وہ ایسے بہت بڑے کمالات کو پہنچے کہ جنہیں بہت بڑے فلاسفر اور بڑے بڑے بادشاہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اگرچہ ابتداء میں انھوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اذیتیں دیں لیکن آپ نے ان کی تکالیف پر صبر فرمایا اور ان کو ایسی حکمت عملی سے ایسا گرویدہ بنایا کہ بعد میں آپ پر سوجان قربان تھے بلکہ صرف آپ کی خاطر اپنے اہل و عیال بلکہ ماں باپ اور آل اولاد کی گردن اڑانے کو اپنی سمجھتے جب دیکھتے کہ وہ حضور علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہیں اور تمام دنیا نے دیکھ لیا کہ عرب کے ان وحشیوں نے اپنا تن من و دھن سب کچھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا بلکہ آپ کی خاطر پیارے وطن (مکہ معظمہ) کو خیر باد کہہ کر مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے وغیرہ وغیرہ۔

**چھٹا آسمان**  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے حسب دستور سابق جبریل علیہ السلام نے آسمان کے نگران فرشتے سے گفتگو کر کے دروازہ کھلوا یا تو میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ انھوں نے مجھے خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر فرمائی۔

**حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف**  
موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ اور لمبے قد اور بہت زیادہ بالوں والے تھے اور آپ کے بال تھے بھی بہت سخت یہاں تک کہ دو قمیص پہننے کے باوجود ان کے بال

۱۔ اس سے دیوبندیوں و دیگر مذاہب کی غلط فہمی کا اندازہ لگائیے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے دنیوی امور اور سیاسی معاملات میں عام میں بعض لوگ فائق ہو جاتے ہیں ملاحظہ ہو: الاضافات الیومیہ تھانوی وغیرہ۔

کپڑوں سے باہر نکل آتے۔ آپ کو جب سخت غصہ ہوتا تو آپ کے سر کے بال آپ کی ٹوپی سے باہر نکل آتے بلکہ شدت غضب سے ٹوپی اوپر کو اٹھ جاتی۔ ایک دفعہ آپ کے کپڑے پتھر اٹھا کر بھاگا تو آپ اس کے پیچھے دوڑے اور اسے جا کر چھریا سات درے مارے یہ ان کے شدت غضب کی دلیل ہے کہ باوجودیکہ پتھر ایک جماد ہے لیکن آپ کا غصہ اس سے بھی نہ روک سکا۔

لطیفہ : جب پتھر موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے اٹھائے بھاگا تو وہ ایک سواری کے مشابہ ہو گیا! اور قاعدہ ہے کہ سواری اگر بے وقاعدگی کو تو اسے سوار ڈنڈے سے سیدھا کرتا ہے۔

فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ پتھر اس لئے کپڑے اٹھا کر بھاگا تھا کہ عند المحققین جمادات میں بھی حقیقی روح ہے یہی اہل اللہ (اولیاء اللہ) کا مذہب ہے اور بسا اوقات ان کے حقیقی روح کی علامات مشاہدہ میں آجاتی ہیں۔ چنانچہ مثنوی شریف میں ہے،

باد را بے چشم اگر بینش نداد

فسوق چون می کرد اندر قوم عاد

گر نبودے نیل را آن نور دید۔

از چہ قبلی را ز سبطی می گزید

گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد

پس چرا داؤد را یار شد!

این زمین را گر نبودے چشم و جان

از چہ قارون را فرا خوردے چنان

ترجمہ : ۱۔ ہوا کو اگر عقل نہ ہوتی تو وہ عاد کی قوم میں کیسے فرق کرتی۔

۲۔ اگر دریائے نیل کو آنکھ نصیب نہ ہوتی تو وہ قبلی و سبطی کے درمیان کیسے امتیاز کرتا۔

۳۔ اگر پہاڑ و پتھر میں عقل نہ ہوتی تو وہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ نسج و تہلیل میں کیسے شریک ہوتے۔

۴۔ زمین کو چشم و جان نہ ہوتی تو وہ قارون کو کیسے نکل جاتی۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب چھٹے آسمان کو عبور کر کے اوپر کو جانے گا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے اور کہا کہ یہ نوجوان

میرے بعد تشریف لایا لیکن میری امت سے ان کی امت بدرجہا زائد بہشت میں جائے گی۔ نہ صرف میری امت سے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے ان کی امت گنتی میں بڑھ جائے گی۔ اس لئے بہشت کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں حضور سرور عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی انٹی اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی صرف چالیس صفیں ہوں گی۔  
ازالہ وہم؛ بعض لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس رونے کو موسیٰ علیہ السلام پر بدگمانی کرتے ہوئے ایک غلط تصویر پر محمول کرتے ہیں۔  
ان کے رد میں فقیر احمی، کتاب ہے کہ:

قال ابن الملک انما بکی موسیٰ اشفاقا  
ابن الملک نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی امت پر شفقت  
علی امتہ حیث قصر عددہا عن عدد  
کرتے ہوئے رونے تھے جب کہ ان کی امت کی تعداد امت  
امتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لاحدا  
محمدیہ کی تعداد سے بہت کم دکھائی دی۔ یہ حد نہ تھا نہ حد آپ  
علیہ لانه لا یلیق بہ لہ  
کی شان کے لائق ہے۔

سوال؛ اگر (معاذ اللہ) موسیٰ علیہ السلام کا رونا حد پر مبنی نہیں تھا تو ان غلاما بعث بعدی جیسے فقیر الفاظ استعمال نہ کرتے؟  
جواب؛ فقیر صاحب روح البیان اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ، کہتا ہے کہ یہ کلمہ تحقیراً نہیں تھا بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر رب  
تعالیٰ کے فضل و احسان کا اظہار تھا کہ باوجودیکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی عمر رکھتے ہیں لیکن بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام  
سے برگزیدہ اور افضل ہیں اور بہت سے تھوڑے عرصے میں اتنے بڑے فضائل و کمالات حاصل کر لئے۔

جواب (۲)؛ فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا رونا مناسب مقام کے مطابق صحیح تھا اور واقعی یہ معنی بر غیرت تھا جو آپ پر  
بوجز غلبہ غیرت ایسا کلمہ منہ سے نکلا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو محبوبانہ عتاب فرمایا جب حضور علیہ السلام کا ان کے مزار  
سے گزر ہوا تو زور زور سے پکارنے لگے؛ "اگر متہ فضلہ" میں نے انہیں مکرم و افضل بنایا ہے جیسا کہ ابتداء میں ہم نے یہ روایت  
کھی اور اس کا مناسب جواب بھی عرض کر دیا لیکن اس سے بھی موسیٰ علیہ السلام کا حسد ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی تحقیر پر محمول کیا جاسکتا ہے  
اس لئے کہ یہ تو بفضلہ تعالیٰ جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ان سے درجات و فضائل میں کم شان والے حضرات  
اولیاء کرام سے بھی حسد اور دوسرے کو حقارت سے دیکھنے کا مادہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کے لئے یہ گندہ مادہ کیسا۔

جواب (۳)؛ پہلے ہم نے تعضیل سے لکھا ہے کہ اہل جنت کو ایک دوسرے کے بلند اور کم درجات کا احساس نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی یہ آرزو کریں  
گے کہ ہم اپنے سے بلند درجات نصیب ہوں بلکہ وہ اپنے ہر دینے ہوئے درجہ و کمال پر راضی ہوں گے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو  
سمجھئے کہ انہیں بلند درجات کی نہ آرزو ہوتی ہے اور نہ ہی دوسرے کے بلند درجات کا احساس کرتے ہیں اسی طرح اولیاء کرام کا حال ہے۔  
اگر ایسی بات ہے تو پھر انہیں اطمینان قلب کیسا مالانکہ وہ اطمینان قلبی کے بلند مراتب کے مالک ہوتے ہیں۔ اگر مخالف کے قول کو مان  
لیا جائے تو پھر ان کے لئے اطمینان قلبی کی بجائے بیقراری اور بے چینی ثابت کی جائے اور اس کا ثبوت کسی بے دین کے ہاں ملے گا۔  
وند قرآن مجید کے نصوص اس کے مخالف ہیں (مثلاً) الا بذاکسر اللہ تطمئن القلوب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس پر مقام

یہ ملاقات کی مناسبت یوں ہے کہ جیسے مولے علیہ السلام کو غزوہ شام کا حکم ہوا اور آپ ان جبارہ پر غالب ہوئے پھر جس شہر سے نکالے گئے تھے اس شہر میں انہیں حکم ہوا کہ اپنی قوم کو لے جاؤ جب کہ آپ کے دشمن تباہ و برباد ہو گئے ایسے ہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علاقہ شام کے لئے غزوہ تبوک کا حکم ہوا تاکہ آپ دو مہینہ الجدل سے جنگ کریں چنانچہ آپ اس پر غالب آئے اور اسے قید کر کے لایا گیا تو اسے جزیرہ پر صلح کرنی پڑی اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہان (مکہ) سے نکالے گئے آپ انہیں لے گئے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ساتوں آسمان پر پہنچے وہاں پر جبریل علیہ السلام سے وہی گفتگو  
**ساتواں آسمان** ہوئی جو پہلے آسمانوں پر ہوئی دروازہ کھلا تو وہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا، یہی آپ کے جد امجد ہیں آپ انہیں السلام علیکم کیجئے۔ میں نے انہیں السلام علیکم کہا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر فرمایا: جی آئے! میرے صاحبزادے اور نبی صالح۔

امام تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام پر السلام علیکم کی سبقت  
**نکتہ** کا حکم اس لئے ہوا کہ آپ ان سے گزر کرنے والے تھے اور قاعدہ شریعہ ہے کہ قائم قاعدہ پر السلام علیکم کہے۔  
**قاعدہ** حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح متشکل ہو کر تشریف لائے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ اپنی اصلی جسمانی شکل میں ملے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام گھنگرالے بالوں والے تھے اور بہشت کے دروازے پر  
**حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف** بیٹھے تھے یعنی بہشت کی جنت سے اس لئے کہ بہشت تو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کرسی نشین تھے اور بیت المعمور سے سہارا لگائے بیٹھے تھے بیت المعمور عقیق کا ہے اور عین کعبہ معظمہ کے عین اوپر ہے کہ اگر وہ گرے تو عین کعبہ معظمہ کے اوپر گرے گا۔ ہر روز شتر ہزار فرشتہ اس کے اندر ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے خارج ہوتے ہیں جو ایک بار داخل ہوتے ہیں انہیں قیامت تک دوبارہ باری نہیں ملے گی جیسے انسان کی سانس ایک بار نکل جائے تو دوبارہ اس کے اندر داخل نہیں ہوتی ملائکہ کرام کا بیت المعمور ستاروں کے مطالع سے داخل ہوتے ہیں اور ان کے غروب ہونے کے مقام سے نکلتے ہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کے بعد  
**امت مصطفویہ علیٰ صاحبہا التیمہ** مجھے میری امت دو گروہوں میں ملی ایک گروہ پر سفید کاغذ کی طرح بہترین سفید پوشائیں دوسرے گروہ کے کپڑے میلے کچیلے تھے جب میں بیت المعمور میں داخل ہوا تو سفید کپڑوں والے میرے ساتھ چلے اور میلے کچیلے لباس والوں کو بیت المعمور کے داخلے سے روک دیا گیا۔ میں نے بیت المعمور میں دو گانہ پڑھا میرے ساتھ سفید کپڑے والوں نے بھی دو گانہ پڑھا۔

ف: حدیث شریف مذکورہ میں دو گروہوں کے لئے لفظ شظیرین کہا گیا ہے اس سے نصف و نصف مراد نہیں یہاں تک کہ یہ سمجھا جائے کہ عاصی اور نیک برابر تھے بلکہ فقیر (حق) کے نزدیک شظیرین سے دو گروہ مراد ہیں جیسے فقیر اولیٰ حق نے ترجمہ کیا ہے۔ باین معنی کہ سفید کپڑوں والے ایک گروہ علیحدہ تھا اور میلے کپڑوں والے ایک اور علیحدہ گروہ تھا۔

نکتہ حکمت الہیہ کا تقاضا ہے کہ اہل عصیان نیکوں سے زائد ہوں اس لئے کہ مقصود تھا انسان کامل کا ظہور وہ تو ہو چکا یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی، وہ اگرچہ ایک ہیں لیکن یہی سوادِ اعظم ہیں اس معنی پر اہل طاعت اگرچہ تھوٹے سہی لیکن اہل عصیان کے مقابلہ کا ایک گروہ تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بیت القلب کے داخل ہونے والوں سے بنائے اور اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمارے وجود سے میل کچیل دور فرمائے۔ (آمین)

ف: سہیلی نے فرمایا کہ اہل ایمان اور کفار کے بچے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کفالت میں ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غیر بالغ لڑکوں کو ابراہیم علیہ السلام کے ہاں دیکھ کر جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ عرض کی کہ یہ اہل ایمان کی وہ اولاد ہے جو صغیر سستی میں فوت ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ کفار کی اولاد جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ کفار کی اولاد بھی ان میں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کفار کی اولاد بہشت میں اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

ابراہیم علیہ السلام کا اہمیت نبوی کو سلام مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور انہیں فرمانا کہ بہشت کی مٹی اور پانی بہترین ہے اور اس کے باغات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔ حضرت عارف جامی نے لکھا ہے:

یاد کن آئنگہ در شب اسرا  
با جیب خدا خلیل خدا  
گفت گووے از من اے رسول کرام  
اقتت خویش را ز بعد سلام  
کہ بود پاک و خوش زمین بہشت  
یک آنجا کے درخت نکشت  
خاک او پاک و طیب افتادہ  
یک ہست از درخت ہا سادہ!



غرس اشجار ان بسی جمیل !  
 بسملہ حمد است پس تہلیل  
 ہست تکبیر نیز ازان اشبار  
 خوش کے کش جزین نیاید کار  
 بارغ جنات تحتہا الانہار !  
 سبز و خرم شود ازان اشبار

ترجمہ : اے حبیب من ایاد کیجئے کہ شب اسرار میرے اور آپ کے درمیان گفتگو ہوئی۔ اور بہشت کی زمین خوش اور پاک ہے لیکن اس میں درخت نہیں ہیں اس کے درخت یہی عمل صالح ہیں یعنی بسملہ و حمد و تہلیل ہے

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نامزد حور  
 حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ایک نوجوان عورت ملی جو ہونٹوں  
 پر سرخی لگائے ہوئے تھی وہ مجھے بہت خوش لگ رہی تھی میں نے اس سے پوچھا تو  
 کس کے لئے ہے؟ عرض کی کہ حضرت زید بن حارثہ کے لئے۔

ف؛ حدیث شریف میں جاریۃ لعنار وارو ہوا ہے لعنار لعن سے مشتق ہے یعنی ہونٹوں کی سرخی جس میں تھوڑی سی سیاہی کی ملاوٹ ہو  
 یہ سخن کی ملاحظت پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تعارف  
 یہ وہی حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں حضور علیہ السلام نے مہتمنی (پروردہ) بنا  
 رکھا تھا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلے ان سے نکاح ہوا تھا۔ انھوں نے  
 طلاق دی تو ان کو حضور علیہ السلام نے نکاح کا شرف بخشا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ان کے بدلہ میں حسین و جمیل  
 اور طبع حوران کو عطا فرمائی۔ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ ہر فنا اور ترک مشروع پر معنوی اثر مرتب ہوتا ہے جتنا ظاہر میں کمی ہوتا اس  
 کا حصہ باطن میں منتقل ہو جاتا ہے اور آخرت بہ نسبت دنیا کے باطن ہے جو شخص دنیا میں مشروعات کے خطوط کا ترک کرتا ہے اسے  
 اتنا بلکہ بہت زائد آخرت میں بہتر حصہ نصیب ہوتا ہے۔

عجیب و غریب فرشتے  
 حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ساتویں آسمان میں فرشتوں کی ایک بہت  
 بڑی جماعت کو دیکھا کہ جن کا آدھا حصہ (بدن کا) ناری ہے اور آدھا برف کا۔ نہ برف نار پر  
 اثر انداز ہوتی ہے اور نہ آگ برف پر! اور وہ مندرجہ ذیل دعا پڑھ رہے تھے :

اللہم كما الف بین النار والشج فالف  
 اے اللہ! جیسے آگ و برف کو آپس میں اتفاق بخشا ایسے ہی  
 بین قلوب عبادک المومنین  
 اہل ایمان کو آپس میں اتفاق عطا فرما۔

ف: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ان ملائکہ کا نصف ناہ اور نصف برف کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کو ایک جسم میں رکھا تو اگرچہ ظاہر ذواضداد ہیں لیکن اس نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایک مزاج بنا دیا۔ لیکن پہلی تعبیر زیادہ موزوں ہے اس لئے کہ قدرت کاملہ پر وہی تعبیر زیادہ دلالت کرتی ہے ذواضداد اپنی تاثیر کے ساتھ جمع ہوں یہی قدرت الہی کا کمال ہے ورنہ جو بعض بزرگوں نے تعبیر فرمائی ہے وہ تو اکثر مرکبات میں موجود ہے جیسے ہم میں اربع عناصر موجود ہیں لیکن ان کا مزاج ایک بنا دیا گیا ہے۔ یہ گویا عادت جاری ہو کر عام ہو گیا حالانکہ مقصود یہ ہے کہ ایسی صورت پیدا کی جائے جس میں لوکھاپن ہو۔

ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کی حکمتیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی دو حکمتیں ہیں:

① حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے سہارے لگاتے ہوئے بیٹھا دیکھا اور بیت المعمور کعبہ معظمہ کے عین بالمقابل ہے اور ملائکہ کرام ہمیں پرچ ادا کرتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بنیاد ڈالی اور اس کے لئے حج کی لوگوں کو دعوت دی انہی دو کعبوں کی مناسبت پر اسی مقام پر ملاقات موزوں تھی۔

② حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری سال بیت اللہ کا حج تھا اور حجۃ الوداع کے موقع پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی تھے اس ملاقات سے وہی روز مضمحل تھا کہ جس دعوت کا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سینکڑوں سال قبل فرمایا تھا اسے آج حضور نبی علیہ السلام نے پورا کر دکھایا۔ اس طرح مزاج کی شب ملاقات کی مناسبت پوری ہوتی کہ حضور علیہ السلام اور داعی حج و بانی کعبہ معظمہ کی ملاقات ہو گئی۔

سدرۃ المنتہیٰ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پہ لے گئے سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر بہشت کے انتہائی مقام پر واقع ہے یہاں پر ملائکہ کرام سعادت مندوں کے اعمال پہنچاتے ہیں اور عرش والوں سے یہیں پر احکام نازل ہوتے ہیں اور انوار رحمانیہ کا مورد بھی یہی ہے اور سدرۃ المنتہیٰ کے اوراق ہاتھی کے کانوں کے برابر ہیں، الفیلۃ، فیل کی جمع ہے یعنی ہاتھی کے کانوں کی ہم شکل ہیں یعنی ان کا گھیرا ہاتھی کے کانوں جیسا تھا۔ اس سے کانوں کی وسعت مراد نہیں ورنہ سدرۃ المنتہیٰ کا صرف ایک پتہ تمام مخلوق کو محیط ہو سکتا ہے۔ (کذا فی بعض الروایات) اور سدرۃ المنتہیٰ کے ثمرات مشکوں کی طرح ہیں۔

ف: القلال، القلۃ کی جمع بمعنی بڑا گھڑا سدرۃ المنتہیٰ دایرین (دار دنیا اور دار آخرت) کے لئے بمنزلہ برزخ کے ہے اس کی ہنیاں اہل بہشت کی نعمتیں اور اس کی بڑھیں اہل نار کی زقوم ہیں اور ان سے تسبیحات و تحمیدات و ترجیحات (انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا) کی ایک عجیب خوش آواز سنائی دیتی ہے کہ جسے سن کر روح میں ایک عجیب و غریب سرور و کیف پیدا ہوتا ہے اور ان سے بہتر احوال ظاہر ہوتے ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ پر ملائکہ کی امامت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ پر آسمان کے ملائکہ کو ایک رکعت نماز

پڑھائی بیت المقدس میں امام الانبیاء اور سدرۃ المنتہیٰ پر امام الملائکہ ہوئے۔

عقیدہ ۵ : اس سے واضح ہوا کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اہل اسما والارض سے افضل ہیں۔

چار نہریں : سدرۃ المنتہیٰ سے چار نہریں جاری ہوتی ہیں دو باطنی اور دو ظاہری۔ دو باطنی بہشتی ہیں جو سدرۃ المنتہیٰ سے نکل

کر بہشت میں چلی جاتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں ۱

① نہر کوثر

② نہر الرحمہ

اور دو ظاہری نہریں جو سدرہ المنتہیٰ سے نکل کر بہشت سے بہتی ہوئی زمین پر اترتی ہیں وہ (مندرجہ ذیل ہیں) ۱

① نہر مصر یعنی دریائے نیل

② نہر الکوفہ یعنی دریائے فرات

اعجوبہ : بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ اگر دریائے نیل دریائے ملح (جسے بحرِ اخضر کہا جاتا ہے) میں داخل نہ ہوتا یعنی بحیرۃ الزنج سے پہنچنے سے پہلے اگر بحرِ اخضر سے نہ گزرتا تو اسے کوئی نہ پی سکتا اس لئے کہ وہ بہت ہی زیادہ میٹھا ہے اس کی مٹھاس میں بحرِ اخضر کی نمکینی ملی تو پینے کے لائق بنا۔

اعجوبہ : دریائے فرات میں ایک مرتبہ انار اونٹ کے برابر پائے گئے بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ وہ انار بہشت کے تھے۔  
ف : فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ وہ انار ان باغات کے تھے جو زمین کی بہشت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ انار فاسد ہو جاتے تھے اور بہشت کے ثمرات میں فساد ناممکن ہے۔

ف : فقیر (حقی) کہتا ہے کہ فرات میں بہشت کے اناروں کا ہونا بعید از قیاس نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ وہ واقعی انار بہشت تھے اس لئے کہ عقل والوں کو عبرت کے طور پر انار بھجوائے گئے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر زیادہ سے زیادہ یقین ہو۔

بہشت میں تشریف لے جانا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بہشت میں گیا تو وہاں موتیوں کے قبے نظر آئے نظر جن کی مٹی مشک خالص ہے اور اس کے انار بوکے کی شکل میں محسوس ہوتے تھے اور اس کے پرندے عربی اونٹوں کے برابر تھے۔ ہم بہشت کی سیر کرنے کرتے حوض کوثر پہنچے اس کے برتن سونے چاندی کے تھے اس سے میں نے تھوڑا سا پانی پیا وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبو ناک تھا۔

دنیا میں جو میوے کڑوے تھے وہ بہشت میں میٹھے ہو جائیں گے یہاں تک حنظل (اندرائن) بھی۔  
حدیث شریف

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ بہشت کا کوئی ثمرہ توڑے گا تو وہ ثمر ٹوٹتے ہی فوراً توڑنے والے کے منہ میں آجائے گا۔ یہاں تک کہ اسے اس جیسا اور کوئی ثمر میٹھا محسوس نہ ہوگا۔

ف؛ اس سے معلوم ہوا کہ بہشت کا ہر میوہ بیٹھا ہوگا اور بہشت کا ہر میوہ کھانے کے قابل ہوگا ان کی ظاہری شکل ان دنیوی ثمرات و میوہ جات کے مشابہ ہوگی سدرۃ المنتہیٰ کو نور الہی نے گھیرا ہوا ہے اس نور الہی کی چمک سے سدرۃ المنتہیٰ کے حسن و جمال میں اضافہ ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنی نظیر آپ ہوگا۔ علاوہ ازیں اس کے عجائب و غرائب ایسے بے مثال ہیں جن کی نظیر پیش نہیں جاسکتی اس لئے اسے دیکھنے کے بعد اس کی وہنت چھا جاتی ہے جسے کوئی بیان نہیں کر سکتا۔

سدرۃ المنتہیٰ پر حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا جن کے چہرے سو پر ہیں ان کا ایک پر مشرق و مغرب میں ڈھانپ لیتا ہے ان کے ہر ایک پر میں موتی اور یاقوت چھڑتے ہیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام از و باز ماند حضرت جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پہ ٹھہر گئے اور عرض کی اس سے آگے میں نہیں چل سکتا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی هذا المقام یترک الخلیل خلیلہ کیا ایسے مقام پر دوست دوست کو چھوڑ سکتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی:

لو تجاوزت لا حرقت بالنور ایک اور روایت میں ہے:

لو دونت انملة لا حرقت اگر میں انگلی کے برابر اوپر جاؤں تو جل جاؤں گا۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے فرمایا: سے

چنان گرم دریتہ قربت براند

کہ در سدرۃ جبریل از و باز ماند

بدو گفت سالار بیت الحرام

کہ اے حامل وحی برتر خرام

چون در دوستی فخلصم یا فنتی

عنانم ز صحبت چہرا تانتی

بگفتا فدا تر محالم مناند

بماندم کہ نیروی بالم نماند

اگر یک سر موی برتر پریم

فدوغ تبلی بسوزد پریم

ترجمہ : قربت کے جنگل میں ایسے تیز تر تشریف لے گئے کہ جبریل علیہ السلام عاجز ہو کر رہے گئے۔ انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وحی لانے والے! اوپر چلے کیونکہ دوستی میں مجھے تو نے مخلص پایا ہے تو پھر میری رفاقت سے کیوں گریز کر رہا ہے۔ عرض کی کہ اگر ایک بال کے برابر بھی اوپر آؤں تو تجلی مجھے جلا کر راکھ بنا دے۔

جبریل علیہ السلام کے حاجت روا

نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر فرمایا:  
یا جبریل هل لك حاجة الى ربك  
جبریل علیہ السلام نے عرض کی:

یا محمد سل الله لی ان ابسط جناحی علی  
اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے میرے لئے سوال کیجئے  
الصراط لا متك حتى يجوزوا علیه  
کہ قیامت میں مجھے اپنے پر بچانے دے جس پر آپ کی امت  
کا گزر ہو۔

نورانی حجابات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے نور میں ڈھانپ لیا گیا جس کے ستر سزار حجابات تھے ہر ایک حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت تھی۔ اس کے بعد مجھ سے ملکہ کے نام و نشانات بھی نظر نہیں آتے تھے اس پر مجھے وحشت ہوئی۔

الوبکر کی آواز ان حجابات سے مجھے الوبکر صدیق کی آوازیں سنائی دیتی تھیں کہ

قف یا محمد فان ربك یصلی  
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے تمہارا رب سونٹا بڑھ رہا ہے۔  
یعنی سبحانی سبحانی فرما رہا ہے آواز آتی تھی:

سبقت رحمتی علی غضبنی  
میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

ادن منی کی آواز: اور وہاں سے میں نے سنا کہ مجھے کہا جا رہا تھا:

ادن منی یا خیر البریة اذن یا احمد  
ادن یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
اے خیر البریہ! اے احمد! اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم  
قریب آ جاؤ۔

قاب قوسین اس کے بعد مجھے میرے رب تعالیٰ نے اپنے قریب تر کر دیا چنانچہ فرمایا:

ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او  
پھر وہ قریب ہوئے ایسے جیسے قاب قوسین۔

ادنی

ابن محبوب: مروی ہے کہ ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کے پروں پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اس کے بعد رزف کے ذریعے تشریف لے گئے۔

ف: رزف ایک بہت بڑا پھوٹا ہے حضرت شیخ عبدالوہاب امام شعرانی قدس سرہ نے فرمایا، وہ ایک کجاوے کی شکل میں ہے۔

ثنائے حق بر نبی حق صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی مدح و ثنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسے سنتے اور اس کی اطاعت

کیجئے اور ان کے کلام فیض ترجمان سے گھبرانا نہیں۔

تشہد: اس کے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا:

التحيات لله والصلوات والطيبات

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

السلام عليك ايها النبي ورحمة الله و

بركاته

حضور علیہ السلام نے اپنی تمام امت کو اپنے ساتھ ملایا:

السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين

جبریل علیہ السلام نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً

عبداً ورسولاً۔

عباداتِ تولیہ، بدنیہ اور مالیہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

اسے نبی علیہ السلام آپ پر اللہ تعالیٰ کے سلام اور رحمت و

برکات ہوں۔

ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور

گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیارے

بندے اور محبوب رسول ہیں۔

جبریل علیہ السلام کی متابعت میں تمام ملائکہ نے بھی یہی مل کر کہا۔

ف: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے راستے کھولے گئے تو آسمان بدستور متحرک بھی رہا اور اس

سے عبور بھی فرمایا جیسے ہوا اور پانی میں چلنے والا چلے تو راستہ خود بخود کھلتا جاتا ہے اسی طریق سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک

پہنچ کر رزف پر بیٹھے اور اس کے ذریعے تمام عوالم انوار کو طے فرمایا یہاں تک کہ آپ عرشِ معلیٰ پر پہنچے یعنی اس اعلیٰ مقام پر جسے:

الرحمن على العرش استوى سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ تمام سفر جسم مبارک سے طے فرمایا۔

ف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب عالم خلق اور عالم تدبیر سے گزرے تو آپ کا کوئی ساتھی نہ تھا اسی لئے آپ کو وحشت ہوئی

توسیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز میں آپ کو ندا دی گئی۔

قف یا محمد ان سربک یصلی      ٹھہریے آپ کا رب صلوة پڑھ رہا ہے۔

یہاں پر آپ ٹھہرے کیون پاکر پڑھا :

هو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیتحرجنکم<sup>۱</sup>      وہ اللہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں تاکہ تمہیں

ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جائیں۔

ف؛ اسی طرح اجبار و اصدقار آپس میں گفتگو کرتے ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ظواہر سے نکل کر عالم منوی میں بہیں سے قدم رکھ رہے تھے یعنی اس مقام سے بحر الاشارات والمعانی میں غوطہ زن ہوتے اسی سے اسرائے بسیط کا آغاز ہوا۔

یہاں سے مقامات مشاہدہ کا آغاز ہوا جسے بصر جسمانی سے نہیں بلکہ روحانی بصیرت سے دیکھا جاتا ہے اسی لئے رُفوف کی ضرورت نہ تھی اس لئے رُفوف کو چھوڑ دیا اور جسمانی طور پر مشاہدہ ترک کر دیا۔  
**رُفوف کا مقام ختم**  
اب نہ آئین رہا نہ کیف نہ این نہ آن نہ زمان نہ مکان نہ دایاں نہ بایاں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حجاب عزت کے وراء پہنچا وہ ایسے پردے تھے کہ جنہیں اٹھایا جاسکتا تھا جس ترکیب کو عرش النبی پر چھوڑا وہاں سے واپس لوٹنا پہنچا مذکورہ بالا ترتیب قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے :

دنی بے عروج و وصول کی طرف فتدلی میں نزول و رجوع کی طرف اشارہ ہے۔ فکان قاب قوسین یہ مہرۃ نتیجہ کے ہے اور مرتبہ ذات واحد یعنی عالم صفات جس کا اشارہ اللہ الصمد میں ہے کے وصول کی طرف ادا دنی مرتبہ ذات واحد یعنی عالم ذات جس کا اشارہ اللہ احد میں ہے کی طرح اشارہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ معراج صعوداً بھی تھا اور نزولاً بھی اور یہ ہر دونوں الروح مع الجسد ہوا اور نہ عالم ملک و ملکوت ہر دونوں وجود انسانی میں موجود ہیں اور حضرت انسان کو جو تعلق بھی نصیب ہوتی ہے وہ داخل سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ خارج سے۔

**علم غیب کلی کا ثبوت از حدیث شریف مع شرح الحدیث** حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

سألنی ربی فلم استطع ان اجیبہ فوضع      میرے رب نے مجھ سے پوچھا تو میں جواب نہ دے سکا پھر

یدہ بین کتفی بلا تکلیف و تحدید      اس نے اپنا مبارک ہاتھ رکھا میرے دونوں کانڈھوں کے

درمیان جسے نہ کیف سے تعبیر کر سکتے ہیں نہ حد سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے دونوں کانڈھوں کے درمیان ہاتھ رکھا، اس سے ہاتھ مراد نہیں بلکہ اس کی قدرت کا علم مراد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہاتھوں سے پاک اور منزہ ہے۔

فوجدت بردھا فاورشنی علم الاولین و      میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اس کی برکت سے مجھے

الآخرین و علمنی علوما شتی فعلم اخذ      اولین و آخرین کے علوم کا وارث بنایا اور مختلف علوم سکھائے

علی کتمانہ اذ علم انه لا یقدر علی حملہ  
غیری و علم خیرتی فیہ و علم امرنی  
بتبلیغہ الی العامر والخاص من امتی لہ  
(۱) وہ علم جس پر مجھے مخفی رکھنے کا وعدہ یا جب کہ اسے معلوم ہے  
کہ میرے سوا کوئی اس کا حامل نہیں ہو سکتا۔  
(۲) وہ جس کی مجھے اجازت بخشی کہ میں چاہوں تو بتاؤں یا نہ  
بتاؤں۔

(۳) امت کے ہر عام و خاص تک پہنچانے کا امر فرمایا۔  
حدیث مذکورہ میں عام و خاص جن والیمان مراد ہیں۔ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ علوم شتی سے یہی تینوں علوم مراد  
ہیں جیسا کہ فار سے بھی واضح ہوتا ہے۔

ردّ و ہایب و دیوبندیہ  
اولاً دیوبندی وہابی اس تقسیم مذکور کے قائل نہیں اگرچہ یہی روایت متعدد محدثین و مفسرین نے  
سند کے ساتھ بیان کی ہے اور اصول حدیث کے مطابق یہ روایت معنایاً صحیح تر ہے بلکہ اگر  
دیوبندی فرقہ کچھ قائل ہوتے ہیں تو صرف اتنا کہ اس سے صرف علوم شرعیہ مراد ہیں اور ان کے نزدیک اولین و آخرین سے یہی  
علوم شرعیہ مراد ہیں۔ صاحب روح البیان ان ہر دونوں فرقوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہی نہ اند علی علوم الاولین و الاخرین لہ  
یعنی علوم اولین و آخرین اور حدیث شریف میں جو تین علوم مذکور ہیں ان سے کوئی دیگر علوم مراد ہیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل  
خود صاحب روح البیان نے بیان فرمائی کہ:

فالعلم الاول من باب الحقیقة الصرفة و  
الثانی من باب المعرفة و الثالث من باب  
الشریعة  
پہلا علم باب حقیقت خالصہ سے ہے دوسرا معرفت۔ تیسرا  
شریعت۔

شب معراج بعض قرآنی آیات کا نزول  
اسی مقام دنی فتدلی پر قرآنی آیات و سور وحی کے طور پر حضور سرور  
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں وہ آیات و سور یہ ہیں:

- ① خواتیم سورۃ البقرۃ
- ② سورہ والضحیٰ کے بعض آیات

۱۔ روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۲۔

۲۔ تفصیل فقیر کی تفسیر اویسی میں دیکھئے ۱۲۔

۳۔ روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۲۔



سورۃ الم نشرح کے بعض آیات

(۲)

آیت، و هو الذی یصلی علیکم وملائکته لیخرجکم من الظلمات الی النور۔

(۴)

یہ وحی بلا واسطہ ملائکہ تھی اور بلا واسطہ کلام خطاب کا مقتضی ہے اس معنی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلا واسطہ کلام فرمایا جیسے موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر بلا کیف اور از ہر طرف کلام سنی ایسے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کیف اور از ہر جانب کلام سنا:

کلام واسطہ کے بغیر

کلام سردی بے نقل بشنید

حداوند جہان را بے جہت دید

بدید آنچه ز حد دیدن برون بود

میرس اما ز کیفیت کہ چون بود

ترجمہ: سردی کلام کو بلا نقل سنا۔ اللہ تعالیٰ کو جہت کے بغیر دیکھا۔ اسے دیکھا جو دیکھنے کی حد سے باہر ہے مجھ سے وہ کیفیت مت پوچھ کہ وہ کیسی تھی یا

حضور علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کو سر کی آنکھوں مبارکہ سے دیکھا امام نووی نے لکھا کہ

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

الراجع عند اکثر العلماء انه رأى ربه  
یعنی اسدین

(صاحب روح البیان اپنی تحقیق لکھتے ہیں کہ)

فقیر (اسماعیل حقی) کے نزدیک اس سرور و روح سے دیکھا جو حضور علیہ السلام کے جسم اقدس میں ہے اس لئے کہ آپ کے جسم کا ہر جز سمع تھا آپ کی بصر و بصیرت ایک تھی اسی لئے بلا کیف آپ نے ہر دونوں (بصر و بصیرت) سے دیکھا۔

يقول الفقير يعني بسره و روحه في صورته  
الجسم بان كل جزء منه سمعاً و اتعد البصر  
والبصيرة فهى ماوية بهما معاً من غير  
تكييف فافهم فانه جملة ما ينفصل

سوال: باب الروية یعنی دیدار الہی کے متعلق حضور علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مابین کیا فرق ہے جب کہ

۱: روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۲

۲: روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۲

تم نے پہلے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے سے اسلخ کلی یعنی فنا کے بعد اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ فرمایا اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام بھی اسلخ کلی سے مشاہدہ کرتے ہیں پھر فرق کیا رہا حالانکہ حضور سید الانبیاء علیہم السلام کا شان بلند و بالا ہونا لازمی ہے بالخصوص شب معراج کے بارے میں۔

جواب: اسلخ یعنی فنا کلی میں دیدار صرف بصیرت سے ہوتا ہے اور ہماری مراد حضور علیہ السلام کے لئے اسلخ کلی سے یہ ہے کہ آپ نے دیدار صرف بصیرت سے نہیں بلکہ اسلخ کلی سے جس طرح بصیرت سے دیدار کیا ایسے ہی سر مبارک کی آنکھوں سے بھی اور یہی اعتبار ہے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے مابین

مسئلہ جنت میں دیدار الہی ملائکہ کو ہو گا یا نہ، بعض علماء ملائکہ کے لئے دیدار الہی کے قائل ہیں اور بعض منکر ہیں اور بعض نکتے ہیں کہ صرف جبریل علیہ السلام کو نصیب ہو گا وہ بھی صرف ایک بار۔

ف: جن لوگوں نے ملائکہ کے دیدار الہی کا انکار کیا ہے انھوں نے ملائکہ کو جنات پر قیاس کیا ہے اس لئے کہ جنات کے لئے دیدار الہی کی نفی میں حدیث وارد ہوئی ہے۔

ف: فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ اختلاف مذکورہ کی وجہ یہ ہے کہ ملائکہ اور جنات کو صرف ایک جلوہ نصیب ہو گا یعنی جمال کا جلوہ اور انسان دونوں تجلیوں یعنی جلال و جمال کا جامع ہے ان ہر دونوں کو کمال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ملائکہ و جنات انسان کے مرتبہ کمال کو نہ پہنچنے کی وجہ سے بہشت میں اسی مرتبہ کی حیثیت سے دیدار الہی سے محروم رہیں گے ورنہ انھیں اپنے مرتبہ کے مطابق مشاہدہ حق ضرور نصیب ہو گا۔ (اسے اچھی طرح سمجھ لو)۔

ف: جو لوگ ملائکہ و جنات کے لئے بالکلیہ مشاہدہ حق کے منکر ہیں وہ غلطی پر ہیں اہل حق سے کسی نے ان کے اس قول کا اعتبار نہیں کیا۔

مسئلہ: تمام علماء کرام متفق ہیں کہ خواب میں دیدار الہی نہ صرف جائز بلکہ واقعتاً ہو گا اور بہت سے خوش بختوں کو خواب میں دیدار الہی نصیب ہوا اس لئے کہ خواب میں ذات نہیں دیکھی جاتی بلکہ وہ صفت من صفاتہ تعالیٰ ہوتی ہے۔

حکایت: حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کر عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ تیرے تک پہنچنے کا کونسا راستہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نفس کو گم کر کے میرے ہاں آجائے یعنی فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔

حکایت: حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو تمام قرآن مجید خواب میں سنایا جب آیت "و هو القاهر فوق عبادة" پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حمزہ اب چونکہ تم مجھے دیکھ کر پڑھ رہے ہو اس لئے هو القاهر کے بجائے انت القاهر کہو۔

حکایت: فقیر (حقی) کہتا ہے کہ میں نے اپنے شیخ و مرشد قدس سرہ سے فرماتے سنا کہ میرے شیخ (جن کا اسم گرامی عبد اللہ

ذاکر زاوہ قدس سرہ ہے، نے چاہا کہ مجھے اپنا خلیفہ بنائیں لیکن میں نے ازراہ ادب انکار کر دیا۔ اسی رات اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید دے کر فرمایا کہ یہ قرآن مجید لے کر میرے بندوں کو دعوت سنی دو۔

وقت یہی اسی خواب کی صداقت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیروہر شد کو احیاء علوم کی توفیق بخشی اور ہر چہار سلاسل میں آپ کو اجازت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں ان کے اپنے دور میں ایک سو پچاس خلفائے تھے اور بفضلہ تعالیٰ تمام صاحبان مفسرین قرآن تھے اور مجددہ تعالیٰ یہ مرتبہ صرف ہمارے شیخ کامل کو نصیب ہوا ان کے ہمعصر مشائخ اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اللہ تعالیٰ نے دن رات کی پچاس نماز فرض فرمائیں۔ بعض پچاس نمازیں کا قول ہے کہ ہر نماز کا ایک ایک دو گانہ فرض تھا ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص منت مانے کہ اللہ علی صلوات یعنی میں منت مانتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھوں گا تو اس پر دو گانہ پڑھنا ضروری ہے لیکن یہ اس قول کے خلاف ہے منقول ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز پچاس رکعت پڑھتے تھے۔ آپ کی یہی نماز معراج کی پچاس نماز کے حکم کے مطابق ہے اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج پچاس رکعات کا حکم ہوا تھا جس کی ایک رکعت کو متصل نماز سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہی قول زیادہ معتبر معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز فرائض و نوافل نمازیں پچاس رکعتوں پر مشتمل تھیں۔

ف: بعض لوگوں نے ان اوقات کی بھی تصریح کی ہے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز دو گانہ ہو اس لئے ایک وقت میں صرف ایک رکعت تو نہیں پڑھی جاتی بلکہ دو گانہ پڑھا جاتا ہے اس کی تائید اس قاعدہ سے بھی ہوتی ہے کہ ابتداء اسلام میں صرف دو دو رکعت فرض تھی بعد میں حکم ہوا کہ حضور میں چار رکعتیں پڑھی جائیں اور سفر میں دو۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے پچاس پچاس نمازوں سے پانچ رہ گئیں نمازوں کا تحفہ لے کر واپس لوٹا اولاً ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انھوں نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن جونہی چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کی امت پر کل کتنی نمازیں فرض ہوتی ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ پچاس۔ موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے تخفیف کا سوال کریں اس لئے کہ آپ کی امت اتنی نمازیں برداشت نہیں کر سکے گی۔ بخدا میں اپنی امت کو آزما چکا ہوں اور مجھے نبی اسرائیل سے بہت بڑا تجربہ حاصل ہوا ہے یعنی میں نے ان سے بہت بڑی تکلیفیں دیکھی ہیں یہ لوگ طاعت الہی کے بارے میں بہت بڑی غفلت کرتے ہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے اپنے رب تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوا یعنی اسی مقام پر پہنچا جہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کی یعنی سدرۃ المنتقی کے اوپر پہنچ کر میں نے بارگاہ حق میں سجدہ کیا اور عرض کی

اے الہ العالمین میری امت کی نمازوں میں تخفیف فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں معاف فرمادیں۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام سے پھر ملاقات ہوئی، انھیں پانچ نمازوں کی تخفیف کی خبر دی تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کی امت ان کی بھی حامل نہیں پھر میں واپس لوٹا اسی طرح پانچ نمازیں معاف ہوتی رہیں اور مجھے موسیٰ علیہ السلام وہی مشورہ دیتے رہے یہاں تک کہ باقی پانچ رہ گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، پھر جانیے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کا سوال کیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اب مجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں جانے سے حیا آتی ہے اب جو کچھ عطا ہوا ہے اس پر میں راضی ہوں اور اسی پر میرا سر تسلیم خم ہے۔

پانچ نمازوں پر پچاس کا ثواب  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام سے الوداع ہو کر نیچے والے آسمانوں کی طرف روانہ ہوا تو ندا آئی کہ اخصیت فریقتی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت پانچ نمازیں پڑھے گی تو میں انھیں پچاس نمازوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔

کما قال :

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها      جو ایک نیکی کرے گا اسے ایک کے بدلے میں دس نیکیاں عطا ہوں گی۔

نکتہ: ان پانچ نمازوں پر ثواب پچاس کا ملے گا بشرطیکہ وہ حضور قلب سے ادا کی جائیں۔  
جو شخص نیکی کا صرف ارادہ کرے تو اس کے اعمال نامے میں ایک ثواب لکھا جائے گا پھر جب اسے عمل میں لاتا ہے مسئلہ تو اسے ایک کی بجائے دس کا ثواب عطا ہوتا ہے اگر برائی کا ارادہ کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا ہاں! جب اس پر عمل کرتا ہے تو اس کے اعمال نامے میں ایک برائی لکھی جاتی ہے۔

جیسے پہلے پچاس نمازیں فرض ہوتیں ایسے ہی جنابت کا غسل سات بار اور کپڑے کو پیشاب کی نجاست سے پاک کرنا لطیف سات بار دھونا۔ رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ سے تخفیف کا سوال کرتے کرتے پچاس نمازوں سے پانچ نمازیں اور سات بار کے غسل سے ایک بار اور سات بار نجاست کو دھونا ایک بار کی اجازت منظور کرائی۔ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا احسان

حدیث شریف (۱) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

موسىٰ علیہ السلام کو بہت دعائیں دو کہ انبیاء علیہم السلام میں سے انہی کو میں نے اپنی امت کے لئے محتاط پایا۔

حدیث شریف (۲) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شب معراج موئے علیہ السلام سے جب میں گزرا تو میرے لئے سب انبیاء علیہم السلام سے سختی سے پیش آئے لیکن جب واپس لوٹا تو سب سے بہت زیادہ خیر خواہ تھے۔ اے میرے امتیو! موئے علیہ السلام تمہارے لئے بہترین سفارشی ہیں۔

ف: موئے علیہ السلام کی سختی سے وہ واقف مراد ہے کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج موئے علیہ السلام سے گزرے تو وہ روپڑے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موئے علیہ السلام! کیوں روتے ہو؟ عرض کی:

سب هذا غلام بعثته بعدی يدخل الجنة  
من امته اکثر من يدخل من امتی  
یہ نوجوان میرے بعد تشریف لاتے لیکن ان کی امت بہ نسبت  
میری امت کے بہشت میں بہت زیادہ داخل ہوگی۔

ف: حضرت موئے علیہ السلام نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مغز سنی کے غلام کہا ہے اس لئے کہ اس وقت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نوجوان تھے اس کے متعلق سوال و جواب ہم نے گذشتہ اوراق میں تفصیل سے لکھے ہیں۔

سوال: پچاس سے پانچ نمازوں کا نسخ قبل از بلاغ واقع ہوا ہے اور قاعدہ ہے کہ حکم قبل از بلاغ منسوخ نہیں ہو سکتا! اس قاعدہ پر معززہ کے ساتھ اہل سنت کا بھی اتفاق ہے۔

جواب: چونکہ یہ حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تھا اور بلاغ کے لئے اتنا کافی ہے اگرچہ امت تک بلاغ نہیں ہوا لیکن امت کے سربراہ تک پہنچا ہے اور بلاغ کے لئے اتنا کافی ہے اس لئے کہ اگرچہ آپ حقیقتاً کسی فعل کے مکلف نہیں لیکن مکلفانہ احکام آپ کے لئے صادر ہوتے تھے اسی لئے آپ کے لئے احکام کی منسوخی گویا تمام امت کے لئے ہے اسی طرح ہر نبی علیہ السلام کی امت کے لئے یہی قانون تھا۔ ہاں، اگر خصوصیت کی تصریح ہو تو وہ حکم مستثنیٰ ہوگا۔

جموعہ کی فضیلت کی بہترین حدیث  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج عیش کے  
نیچے ستر شہر دیکھے ہر شہر تمہاری تمام دنیا سے ستر گنا بڑا تھا اور وہ تمام ملائکہ کرام سے  
پڑتے جو ہر ایک تسبیح و تقدیس میں ہے اور اپنی تسبیح میں عرض کرتے ہیں:

اللهم اغفر لمن شهد الجمعة  
اللهم اغفر لمن اغسل يوم الجمعة  
اے اللہ تعالیٰ! انہیں بخش دے جو جمعہ پر حاضر ہوتے ہیں۔  
اے اللہ! اسے بخش دے جو نماز جمعہ کا غسل کرتے ہیں۔

کسی کو قرض دینے کی فضیلت  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج جنت کے دروازے  
پر لکھا دیکھا کہ صدقہ پر دس گنا اور قرض اٹھارہ گنا زیادہ ثواب ہے میں نے جبریل

علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ قرض کا صدقہ سے زیادہ ثواب ہے انہوں نے فرمایا کہ سائل سوال کرتا ہے تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ہوتا ہے اور قرض لینے والا خالی ہاتھ ہو کر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے قرض اٹھاتا ہے! اسی لئے اس کا صدقہ سے ثواب زیادہ ہے۔

نوٹ: اس کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ قرض کے طور پر ایک دام دینا صدقہ کے دو دام کے برابر ہوگا اور ایک دام کا

ثواب دس گنا اس معنی پر قرض دینے کا ثواب بیس گنا ہو گیا اور قرض والے کو دو دمام کا ثواب لوٹا اس اعتبار سے اسے اٹھارہ نیکیاں باقی رہ گئیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت کے رضوان کو دیکھا کہ وہ مجھے دیکھ کر بہت مسرور ہوا بلکہ رضوان جنتہ مرتبہ کہتے ہوئے مجھے بہشت میں لے گیا اور بہشت کے وہ عجائبات دکھائے جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لئے وعدہ فرمایا ہے وہ ایسی نعمتیں تھیں کہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اس میں نے اپنے ساتھیوں کے درجات بھی دیکھے اور اس کی نہریں اور چشمے بھی بہشت سے مجھے ایک خوش آواز سنائی دی جو کہنے والا کہہ رہا تھا: امنابوب العلمین۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ فرعون کے جادوگر ہیں جو بعد میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ساتھ ہی ان کی ازواج ہیں۔ اس کے بعد مجھے ایک اور آواز سنائی دی جو کہنے والا کہہ رہا ہے: لبیک اللہم۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ ج پڑھنے والوں کی آواز ہے۔ پھر میں نے تکبیر کی آواز سنی میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ غازی ہیں۔ پھر میں نے تسبیح کی آواز سنی پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں اس کے بعد میں نے نیک لوگوں کے محلات کا معائنہ کیا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میرے سامنے پیش کی گئی اگرچہ وہ اس وقت ساتوں زمینوں کے نیچے ہے لیکن صورت مثالی میں میرے سامنے پیش ہوتی میں نے اس کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ:

وان جہنم لמוعدہم اجمعین کافروں کی قیام گاہ جہنم ہے۔

میں نے دوزخ میں ایسا فرشتہ دیکھا کہ مجھے دیکھ کر نہ ہنسا۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا کہ دوزخ کا داروغہ ہے اسے جب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے کبھی نہیں ہنسا اگر ہنستا تو آپ کو دیکھ کر ہنستا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے فرمایا کہ اے خازن النار یہ میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سلام عرض کیجئے۔ اس نے مجھے السلام علیکم کہہ کر مبارکباد پیش کی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے برگزیدہ اور معزز ترین رسول ہیں۔

نکتہ: خازن نار سے السلام علیکم اس لئے کہوایا گیا تاکہ آپ سے دوزخ کے دہشت ناک منظر دور ہوں نیز اس طرف بھی اشارہ تھا کہ آپ پر ایمان لائے نیک بخت لوگ دوزخ سے نجات پائیں گے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دوزخ کے مالک سے کہا کہ دوزخ کے مناظر دکھائیے چنانچہ میرے کھنہ پر دوزخ کے اندرونی حصے کو مکمل طور پر دکھوایا گیا تو اس سے اللہ تعالیٰ کے غضب و قہر کی جھلک دکھائی دی اگر دوزخ میں دنیا بھر کے پتھر اور لوہے ڈالے جائیں تو وہ ایک سینڈ میں ان سب کو راکھ بنا دے۔

غیبت کرنے والے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں ایک قوم کو دیکھا جو بد بودار مردار کھا رہی ہے۔ پوچھنے پر جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ غیبت کرنے والے لوگ ہیں جو لوگوں کی عزت و آبرو پر حملہ کرتے تھے۔

جھوٹی قسمیں کھانے والے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں ایک ایسی قوم کو دیکھا جن کی زبانیں گدھی سے نکالی جا رہی ہیں۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

پردہ نہ کرنے والی عورتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں ایسی عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں سے جہنم میں لٹکاتی گئی ہیں میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو غیر محرم سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔

بین کرنے والی عورتیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں ایسی عورتیں دیکھی جنہیں سیاہ اور گرم تیل کا لباس پہنایا جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو میت پر میت کے مبالغہ کے طور پر محاسن و مناقب بیان کر کے بین کرتی ہیں۔

مسئلہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دوزخ اور جنت اب بھی موجود ہیں اور عقل کے بھی عین مطابق ہے کہ انسان جب نے گا کہ اسے نیکی پر ثواب اور برائی پر سزا ملے گی تو نیک اعمال کے لئے جہد و جد اور برائی سے اجتناب کرے گا۔

ابجوبہ منقول ہے کہ بہشت ایک صاف میدان ہے اس کے مکانات بندوں کے اعمال سے تیار ہوتے ہیں جیسا کہ اس پر حدیث الفراس دلالت کرتی ہے یعنی اعمال سے باغات تیار ہوتے ہیں وہ حدیث ہم نے مختصراً پہلے لکھ دی ہے۔

فائدہ عجیب اور اجمال برائے معراج حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک براق پر تشریف لے گئے اور بیت المقدس سے آسمان دنیا تک بیٹھیں۔ آسمان دنیا سے ساتویں آسمان تک ملائکہ کرام کے پردوں پر ساتوں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک جبریل علیہ السلام کے پردوں پر سدرۃ المنتہیٰ سے عرش معلیٰ تک رفرف پر اور ظاہری روایات کے مطابق نزول واپسی بھی اسی ترتیب سے ہوئی۔

ف: بعض اکابر مشائخ فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ تک براق پر تشریف لے گئے۔

شیطانوں کی انسان دشمنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی واپس تشریف لائے تو آسمان دنیا سے نیچے دیکھا تو شور و غل دھواں اور سخت آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے انھوں نے عرض کی کہ یہ شیاطین کی شرارت ہے صرف اس عرض پر کہ انسان (آپ) ملکوت السموات کو نہ دیکھ سکیں اور نہ ہی ان کی علامات دیکھ کر عبرت حاصل کریں اگر ان کی مذکورہ بالا شرارت نہ ہوتی تو انسان آسمانوں کے عجائبات کو دیکھ لیتے۔

آنکھ پھکنے سے پہلے سے پہلے آپ بیت المقدس میں تشریف لائے وہاں سے پھر مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ اپنے دولت کدہ پر تشریف لائے جو کہ وہ بھی حرم شریف کے اندر کعبہ معظمہ کے حجر اسود کے قریب تھا یا پھر نبی اُمّ ہانی کے گھر جیسا کہ ابھی ہم نے قصہ کی تفصیل میں عرض کی! اور یہ وہی بھی براق کے ذریعہ ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا طویل سفر طے کرنا جلد تر تشریف لانا ناممکن ہے باین معنی کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ازالہ وہم سے کچھ بعید نہیں وہ قادر کریم اپنے محبوب روف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کم لحظہ میں لے جا کر واپس پہنچائے تو ممکن ہے۔

حکایت : حضرت ابو مدین قدس سرہ کے خلفا سے ایک شیخ موسیٰ سدرانی قدس سرہ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ ایک دن اور رات میں ستر ہزار قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

صاحب روح البیان کی دلیل بقول شیخ خویش فقیر اسماعیل تھی کہتا ہے کہ میرے شیخ کامل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رات اور دن کے کل چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ بارہ گھنٹوں

میں پینتیس ہزار قرآن مجید ختم ہو سکتے ہیں وہ اس طرح کہ ہر بارہ گھنٹے تینتالیس سال نو ماہ ہوں یا اس سے بھی زیادہ بر تقدیر اول ہر دن اور رات ساڑھے ستاسی سال ہوئے اس تقدیر پر مذکورہ وجہ صحیح ہوئی کہ آپ کا دن اور رات میں ایک ایک قرآن مجید ختم ہوا۔ نیز اس سے کم مدت کی بات ہو تو بھی روا ہے کہ قاری کو اللہ تعالیٰ ایسی قدرت بخشے کہ صرف ایک ان میں متعدد قرآن مجید ختم کر لے۔ اس تقریر پر شیخ مذکور کا قول مبنی بر صدق ہے اور مجھے کشف سے معلوم ہوا تو میں نے شیخ مذکورہ کی تصدیق فرمائی (ویسے یہ ایک راز ہے جسے صرف راز شناس قبول کریں گے عوام نہیں مانیں گے۔) بلکہ میں کہتا ہوں وہابی غیر مقلد، کمیونسٹ اور نیچری وغیرہ تو مذاق اڑائیں گے۔ ہاں! دیوبندی فرقہ ممکن ہے کہ دے :

ع

نہ انکار می کنم نہ این کار می کنم

معراج جسمانی اور ایک لمحہ کے متعلق عقلی دلیل علم ہندسہ کا مسلم قاعدہ ہے کہ سورج کے قرص کی دونوں طرفوں کے مابین کی عظمت و وسعت روئے زمین کے کرہ سے ایک سو ساٹھ

کچھ اوپر زائد ہے۔ سورج کی ایک طرف سے دوسری طرف تک ثانیہ سے کم وقت میں پہنچ جاتی ہے۔ ثانیہ دقیقہ کے ساٹھوں اجزاء کو کہتے ہیں اور دقیقہ درجہ کے ساٹھوں اجزاء کے ایک جز کا نام ہے اور درجہ ساعت کی پندرہ اجزاء سے ایک جز کو کہا جاتا

لے :- اضافہ از فقیر اولیٰ غفرلہ۔



ہے جب یہ سرعت ایک جماد کے لئے ممکن ہے تو افضل الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیونکر ممکن نہ ہو حالانکہ سب کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ ممکنات پر قدر رکھتا ہے اس معنی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں یا اس سواری میں جو آپ کو عرش تک لے گئی قدرت پیدا فرمادی۔

**پانی جاری تھا** حضرت شیخ الشہیر یافتادہ آفندی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو واپسی پر آپ کے لوٹے سے پانی ویسے ہی بہ رہا تھا جیسے آپ اسے چھوڑ گئے تھے معراج کے اس واقعہ کا انکار مومن تو نہیں کر سکتا البتہ جو عقل کی قید میں گرفتار ہے اس کو مشکل نظر آئے گا لیکن محققین کے نزدیک کوئی مشکل نہیں اور نہ ہی انھوں نے انکار کیا اس لئے کہ شے لطیف آن واحد میں جمیع عوالم میں سیر کر لیتی ہے مثلاً انسان میں قلب لطیف ہے وہ آن واحد میں مشرق و مغرب بلکہ جمیع عوالم میں دورہ کرتا ہے اور یہ بدیہی امر ہے۔ ادنیٰ تیز رکھنے والا بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا بلکہ بے عقل اور چھوٹے بچے تک اس کا اقرار رکھتے ہیں اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو لطیف ترین ہیں ان کے لئے انکار کیوں : سے

رہ نہ اندازہ برون رفت  
پے نتواں برد کہ بچون رفت  
عقل دیرین واقعہ حاشا کنہ  
عقل نہ حاشا کہ تمنا کنہ

ترجمہ : آپ اندازے سے باہر نکل گئے ہم اس کے درپے نہیں کہ آپ کیسے تشریف لے گئے۔ اس واقعہ میں عقل پاکی بیان کرتی ہے عقل کی کیا مجال کہ وہ اس قسم کی آرزو کرے۔

سب سے پہلے معراج کا انکار ابوہل کی پارٹی نے کیا مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس لوٹے تو ام ہانی سے واقعہ بیان کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنا واقعہ معراج اہل مکہ (کفار) کو سناؤں۔ بنی بی صاحبہ نے عرض کی کہ میں آپ کو اپنے خدا کی قسم دیتی ہوں یہ واقعہ کفار کو نہ سنائیے اس لئے کہ وہ آپ کی بات کو نہیں مانیں گے بلکہ الٹا مذاق کریں گے اور نہ صرف وہی بلکہ آپ کی نبوت کے مصدقین بھی بگڑ جائیں گے۔ جب صبح ہوئی تو بنی بی صاحبہ آپ کی چادر منسوبی سے پکڑ کر بیٹھ گئی اور عرض کی کہ میں آپ کو باہر نہیں جانے دیتی لیکن آپ چادر کو جھٹکا دے کر بنی بی صاحبہ سے چادر کا حصہ چھیرا کر وہاں پہنچ گئے جہاں کفار مکہ کا مجمع تھا۔ ان میں مطعم بن عدی، ابوہل بن ہشام اور ولید بن مغیرہ تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عشاء کی نماز یہاں مسجد حرام میں ادا کی اور مسجد اقصیٰ و دیگر مقامات کی سیر کر کے پھر صبح کی نماز یہاں مسجد حرام میں پڑھی یعنی عشاء کے وقت یہاں تھا پھر درمیانی حصہ میں سیر کر کے پھر صبح کو یہیں پہنچ گیا یہ تو جیہہ ہم نے اس لئے کی ہے کہ اس وقت نہ عشاء کی نماز

فرض ہوئی تھی اور نہ صبح کی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام واقعات و عجائبات کفار مکہ کو سنائے جو آپ نے شب معراج مشاہدہ فرمائے مثلاً انبیاء علیہم السلام کی ملاقات اور بیت العمور اور سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنا وغیرہ وغیرہ۔

**غاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں شب معراج نے معراج کا واقعہ سنتے ہی بلا تردد مان لیا واپس تشریف لائے تو دل میں محسوس فرمایا کہ اگر میں یہ واقعہ لوگوں کو سناؤں گا تو لوگ انکار کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار بھی ضروری تھا اور یہ بھی ظاہر کرنا لازمی تھا کہ میں نے حق تعالیٰ کی اتباع کی ہے تو کتنا بلند مرتبہ نصیب ہوا۔ اس وجہ سے آپ غمگین بیٹھے تھے کہ وہاں سے اللہ کے دشمن ابوہلہ کا گذر ہوا اور حضور علیہ السلام کو غمگین دیکھ کر آپ کے قریب بیٹھ گیا اور ازراہ مزاج آپ سے پوچھا کہ اے پیغمبر کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا: آج رات مجھے معراج کرایا گیا۔ ابوہلہ نے پوچھا کہاں تک؟ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس تک۔ ابوہلہ نے کہا، کیا رات کو جا کر پھر صبح کو واپس بھی آگئے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ایسے ہی ہے۔ ابوہلہ نے کہا کیا میں تیرے ماننے والوں کو یہی بات بتا دوں آپ نے فرمایا: ہاں، ضرور سنائیے۔ ابوہلہ نے بربانگ دہل پکارا، اے کعب بن لؤوی والو! ابوہلہ کی آواز سن کر بہت بڑا مجمع جمع ہو گیا ابوہلہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ انھیں وہی سنائیے جو مجھے آپ نے بتایا ہے۔ آپ نے فرمایا، آج رات مجھے معراج ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہاں تک؟ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس تک اور وہاں پر میرے ہاں انبیاء علیہم السلام حاضر ہوئے اور میں نے انھیں دو گانہ پڑھایا اور ان سے گفتگو بھی ہوئی۔ ابوہلہ نے بطور مذاق کہا کہ ان حضرات کی صفات بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درمیانے قدم والے اور چوڑے سینے والے اور گھنگرا لے بالوں تھے آپ کے بال اور چہرہ سرخی مائل تھے گویا ابھی غسل جانے سے نکلے ہیں۔

ف۔ دیماس بنے حمام۔ دیماس دراصل ایسے پوشیدہ مقام کو کہتے ہیں جہاں سے انسان ننگا ہو کر نکلے اور اس کا حقیقی معنی ظلت ہے مثلاً کہا جاتا ہے: یل دامن یعنی اندھیری رات۔ اور حمام عربی لفظ ہے منقول ہے کہ سب سے پہلے حمام کی بنیاد جنات نے رکھی تاکہ سلیمان علیہ السلام پوشیدہ ہو کر غسل فرمائیں بعض کہتے ہیں کہ حمام کا پہلا واضع بقراط حکیم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلا واضع حمام کا وہ شخص ہے جس نے کسی دوسرے سے اس کا استفادہ کیا اس کی صورت یوں ہوئی کہ اسے ایک بیماری تھی وہ گرم پانی کے مٹکے میں نہایا تو اسے شفا نصیب ہوئی۔ اس سے بار بار نہانے سے اسے سکون ملا۔ اس طرح سے حمام کی عادت گئی جسے عوام نے استعمال کیا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**حدیث تشریف** اس گھر سے بچو جسے حمام سے تعبیر کرتے ہیں اگر کوئی اس میں داخل بھی ہو تو اسے چاہیے کہ کپڑا باندھ لے۔

یاد رہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود کبھی حمام میں داخل نہیں ہوئے اس لئے کہ ارض حجاز میں حمام کی رسم نہیں تھی بلکہ

یہ عجم اور شام میں ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور گندمی رنگ و ایسے تھے گندمی رنگ کے مخالف رنگ میں یہ بھیاں کا ظہور ہوا جس سے

فرعونی گھبرائے اور اہل حق کے لئے معجزہ بن گیا وہ لمبے قد کے تھے گویا وہ شنؤۃ قبیلہ کے لوگوں سے ہیں۔

شنؤۃ ایک قبیلے کا نام ہے جو یمن میں واقع ہے شنؤۃ کی طرف منسوب ہیں جس کا عبد المطلب بن کعب نام تھا یہ ازہ کی اولاد سے تھے اور اس قبیلہ کے لوگ طویل قامت تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کثیر بالوں والے اور نیچی آنکھوں والے اور لمبے ہونٹوں والے اور سکرے ہوئے ہونٹوں والے تھے جن کے مسوڑھوں کے اوپر کا گوشت بھرا ہوا مکمل تھا۔

کافروں کو معراج سے تعجب اور انکار کے عقلی دلائل جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے شب معراج کے واقعات سنے تو زور و شور سے چیخے اور اسے مشکل ترین بات

سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کو بیٹھی بجا کر ہنسی کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے اسی تعجب میں اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھور گھور کر دیکھ کر کہتے کہ ہم اپنے اونٹوں کو دوڑا بھگا کر بڑھی شکل سے ایک مینے کے بعد بیت المقدس تک پہنچتے ہیں اسی طرح پھر واپسی کا حال ہے لیکن تعجب ہے کہ تم ایک رات میں گئے اور پھر آئے۔ ہم آپ کی اس کہانی کو ایک افسانہ سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) اور ہم کبھی ایسی بات ماننے کو تیار نہیں۔ نہ صرف کفار نے تکذیب کی بلکہ بہت سے بد قسمت اسلام کا دم بھرنے والے مرتد ہو گئے۔

عاشق صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار نے جب دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات کہہ ڈالی ہے جو بالکل بعید از قیاس ہے جسے عقل

لمح بھر بھی ماننے کے لئے تیار نہیں تو سمجھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ کہانی سنائی جائے اس لئے کہ وہ حضور علیہ السلام کی ہر بات کی تصدیق کر کے دوسروں کو دلائل سے منوائے پر مجبور کر دیتے اسی لئے کفار مکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں بھاگے اور معراج کا واقعہ متعجبانہ طور پر سنایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان کان قد قال ذالک فلقد صدق

اگر حضور علیہ السلام نے ایسے فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے۔

کافروں نے کہا۔

کیا آپ ان کی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

ان صدق علی ذالک

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تو ان کی اس سے بھی بڑھ کر تصدیق کرتا ہوں۔

انی اصدق علی بعد من ذالک

یعنی اگر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بیت المقدس تک آن واحد میں جا کر واپس آیا ہوں تو یہ کوئی بڑھی بات نہیں

میں تو اس سے اور بعید از قیاس کی تصدیق کر چکا ہوں جو فرمایا کرتے ہیں کہ میرے ہاں آسمان کی خبریں صبح اور شام کو پہنچتی ہیں۔  
**ف: الغدوة** یعنی صلوٰۃ صبح اور طلوع شمس کا درمیانی وقت **الروحۃ** ہی اس حد للوقت من الزوال الی اللیل  
 یعنی روحۃ زوال سے رات تک کے لمحات کا نام ہے۔

اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ بیت المقدس تک لمحہ بھر میں بعید آنا جانا کوئی طبعی بات نہیں ہے  
 بڑی بات یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں ایک لمحہ میں آسمان سے زمین پر خبر پہنچتی ہے۔ اگرچہ ان کی یہ باتیں بھی بعید از قیاس ہیں  
 لیکن ہم ان کی ان باتوں پر ہر وقت تصدیق کرتے ہیں اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ پھر تم اسے کافر و اممولى سی بات پر کیوں تعجب کرتے  
 ہو تبھیس یقین کرنا چاہیے کہ ہم ان کی تصدیق میں سر کی بازی لگانے کو تیار ہیں جب وہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں فرشتہ ایک لمحہ میں  
 آسمان سے زمین پر خبر لایا ہے۔

**حضرت ابو بکر کا نام "صدیق" اللہ تعالیٰ نے رکھا**  
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ کو مذاہن کھن  
 جواب دیتے جس سے وہ تو لاجواب ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے

ان کا نام صدیق رکھا یعنی کثیر الصدق یہ مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدیق اس لئے  
 نام رکھا کہ انھوں نے ایک انوکھے اور عجیب واقعہ کو ایک ایسے لہجہ میں بیان فرمایا کہ جس سے کفار مکہ کو لاجواب ہونا پڑا اور اصل  
 صدق کامل وہی ہے کہ جس کی اکثر لوگ تکذیب کریں تو حقیقی سچا وہی ہے جو سچی واضح کرنے کے لئے مخالف کو منہ توڑ جواب دے۔  
 اور یہ شان صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوئی۔

**شیعوں کا منہ کالا**  
 حضرت علی المرتضیٰ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رفعت شان کو دیکھ کر قسم کھاتے تو اپنی قسم میں اکثر یہ  
 الفاظ کہتے:

باللہ ان اللہ انزل اسمی بکر من السماء الصدیق۔  
 مجھے اس خدا کی قسم جس نے ابو بکر کا نام صدیق آسمان سے  
 اتارا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر کا اسم گرامی "صدیق" اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ ہے نہ مخلوق کا۔ لیکن شیعوں نے کہا وہی جو  
 ان کی شومی قسمت کا موجب بنا۔

**بیت المقدس کو اٹھا کے سامنے لایا گیا**  
 حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار مکہ کو معراج شریف کے  
 حالات سنائے تو ان میں سے بعض نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا تھا  
 تو وہ بولے کہ

یا محمد صف لنا بیت المقدس کم له باب اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتائیے کہ بیت المقدس کے دروازے کتنے ہیں۔

اس سے انھوں نے سمجھا کہ آپ بتا نہیں سکیں گے اس سے ان کی تحفت ہوگی۔ اور انھیں یقین تھا کہ حضور علیہ السلام نے زندگی بھر بیت المقدس کو دیکھا اور نہ ہی کسی سے اس کے تفصیلی حالات سنے ہیں۔ اس لئے سوال کے جواب میں یوں ہوا کہ

فکریت کر یا شدید المر اکرب مثله قط  
لا نهم سألونی عن اشیاء لم اثبتہا وکنت  
دخلة لیلًا وخرجت منه لیلًا فقلت فی  
الحجر فحلی لله فی بیت المقدس

اس سے میں ایسا غمگین ہوا کہ زندگی بھر ایسا غم نہ دیکھا کیونکہ مجھ سے انھوں نے ایسا سوال کیا جو مجھے اس وقت خیال میں نہ تھا اور بیت المقدس میں رات کو داخل کیا اور رات کو آیا جب حجر اسود کے قریب کھڑا تو بیت المقدس کا نقشہ میرے سامنے کر دیا گیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اصلی یا مثالی صورت میں میرے سامنے منکشف فرمایا جسے جبریل علیہ السلام بیت المقدس کو اپنے پر اٹھا کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے یا اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیت المقدس تک حجابات اٹھادیئے جسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بتایا۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو بیت المقدس اپنے مقام پر موجود رکھ کر اس کا نقشہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں منقش فرما دیا یا ایک آن کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا وجود اپنے اصلی مقام سے مٹا کر بیت اللہ میں ظاہر فرمایا پھر حضور علیہ السلام کے مشاہدہ کے بعد فوراً اسی مقام پر پہنچا دیا جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا تقاضا ہے کہ وہ شے کی جدید تخلیق میں دیر نہیں کرتا ایسے ہی یہاں پر۔

مسئلہ: اسی قاعدہ پر ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ بعض اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے اپنے اصلی مقام سے چلا جاتا ہے جسے ثنوی شریف میں ہے:

ہر نفس نومی شود دنیا و ما  
بے خبر از نوشدان اندر بقا  
عمر بچوں جوئے نونومی رسد!  
مستمی می نماید در جزا

۱۔ اس حدیث کو لے کر وہابی دیوبندی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر حملہ کرتے ہیں۔ (اولیسی)  
۲۔ اس مسئلہ پر فقیر کی تحریر "القول الجلی فی ان الکعبۃ تدبیب الی زیادۃ الولی" کا مطالعہ کیجئے (اولیسی غفرلہ)

آن ز تیزی مستمر شکل آمدہ است  
چوں شدر کش تیز جنبانی بدست  
ایں درازی مدت از تیزی صنع  
می نماید سرعت انگیزی صنع

ترجمہ : دنیا اور ہماری ہر آن نئے نئے سانس پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کی بقا کی وجہ سے ان کے جدید ہونے کا علم نہیں ہوتا  
ہماری زندگی ایسی ہے جیسے نہر کا پانی جو ہر وقت چل رہا ہے لیکن ہر آن نیا ہے وہ ہمیشگی تیزی کی وجہ سے ہے جسے بار بار کی  
خشش سے پتہ نہیں چلتا۔ اور وہ کاریگری کی کاریگری ہے جس کاریگری نے اسے ایسا تیز چلا رہا ہے جس کا ہمیں علم نہیں  
ہوتا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
بیت المقدس کا مشاہدہ کفار کے سوال پر میں بیت المقدس کو دیکھ کر جوابات دیتا رہا۔  
سوال : مواہب لدنیہ شریف میں ہے کہ اگر کوئی سوال کرے کہ کفار مکہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمانوں کے متعلق سوالات  
کیوں نہ کئے صرف بیت المقدس پر کیوں اکتفا کیا؟  
جواب : چونکہ انھوں نے آسمانوں کو نہیں دیکھا تھا اس لئے ان سے کیا سوالات کرتے اور بیت المقدس چونکہ انھوں نے بارہا دیکھا  
تھا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی انھیں یقین تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت المقدس کبھی نہیں گئے اسی لئے  
اس کے متعلق سوالات کئے۔

حضور علیہ السلام نے قافلوں کے  
چونکہ معترض کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے ختم کو نیچا دکھائے اسی لئے اگر ایک بات  
حالات بھی بتا دیئے سے لاجواب ہوتا ہے تو دوسرا اعتراض کھڑا کر دیتا ہے اسی طرح کفار مکہ نے جب  
دیکھا کہ آپ نے بیت المقدس کے پورے پورے حالات بتا دیئے تو کہا کہ آپ نے بیت المقدس کے حالات کسی سے سن کر یاد کر کے  
ہیں بتا دیئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ وہاں گئے نہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وہاں جانے کی  
ایک اور ٹھوس دلیل یہ ہے :

انی صردت بعیر بنی فلان بوادی کذا میں فلاں وادی پر فلاں قافلے سے گزرا۔

یعنی میرا روحا سے گزرا ہوا یہ وادی مدینہ طیبہ کے قریب ہے جس کے سفر کے لئے مدینہ طیبہ سے دو راتیں صرف ہوتی ہیں حضور سرور عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ کی نشانی بتائی کہ قد اضلوا نافذ لہم یعنی میں بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا تو تمھارے  
قافلے والوں کو دیکھا کہ وہ اپنی ایک اونٹنی کو گم کئے ہوئے تھے۔ اور انتہیت الی ما حالہم واذ قد حماء فشریت منہ

میں ان کے سامان کے قریب گیا اور وہاں پانی کا پیالہ بھرا ہوا رکھا تھا اسے میں نے پی لیا۔

اسے کافرو! اگر میری بات پر اعتبار نہیں آتا تو قافلے والوں سے پیالے کے بارے میں پوچھ لینا۔

سوال: پانی کا پیالہ غیر کا تھا اور غیر کا حق کسی عام آدمی کے لئے ناجائز ہے چہ جائیکہ نبی علیہ السلام کے لئے ایسی حرکت (معاذ اللہ) جواب: مسائل شرعیہ کا دار و مدار عرف پر ہوتا ہے اور اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ دودھ کا پیالہ ہونے کو بھی ہر ایک کو پنی جانا مباح تھا بالخصوص مسافروں کے لئے اور جب دودھ جیسی قیمتی شے ان کے ہاں مباح تھی اور پانی بطریق اولیٰ جائز تھا۔ اور ہر مباح فعل ہر عام آدمی کے لئے جائز ہے تو نبی علیہ السلام کے لئے تو بطریق اولیٰ جائز ہو۔

ف: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمد اپنا ہو گا تاکہ منکرین کو نشانی دے سکیں۔

کفار کے قافلے کی آمد کی غیبی خبر جب کفار کو یقین ہو گیا کہ نبی علیہ السلام نے بیت المقدس کو دیکھا۔ لیکن ضد اور بہت دشمنی کا کیا علاج۔ ڈوبے کو تیکے کا سہارا، بالآخر ایک اور اعتراض مل گیا کہ اسے نبی علیہ السلام اگر آپ واقعی ہمارے قافلے کو دیکھ کر چلے ہیں تو فاخبون عن غیرنا ہمارے قافلے کی خبر دیکھنے کہ وہ کہاں ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مررت بہا فی التعلیم میں ان کو تنعم پر چھوڑ آیا ہوں۔

تنعم ایک مقام ہے جو کہ مکہ کے قریب ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بیت المقدس سے واپس آ رہا تھا تو میں نے تمہارے قافلے کو تنعم کے مقام پر دیکھا اور آپ نے انھیں قافلے کے اوطاقوں کی گنتی اور ان کی چند علامات بھی بتائیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

انہا تقدم مع طلوع الشمس يتقدمه جمن وہ طلوع شمس کے وقت آجائے گا ان کے آگے ناکتہ بنی اورق ہے

ف: اورق وہ اونٹ جس کے بعض سفید اور بعض سیاہ بال ہوں۔

اور:

عليه غرارتان احدھما سوداء والاخرى یعنی اس اونٹ پر دو بوریاں ہیں ایک سیاہ ہے اور

برقاء دوسری دھامی دار یعنی اس کے بعض دھامکے سفید اور بعض سیاہ ہیں۔

۱۔ دیوبندی و پانی حضور علیہ السلام کے تنقیصی پہلو کو لے کر خوش ہوتے ہیں ذرا رفعت شان کے پہلو کو بھی دیکھ لیا کریں اس روایت میں واضح ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبل از وقت قافلے کی آمد کی خبر دے دی ۱۲۔

دشمن عیب کا متلاشی  
یہ سن کر کفار مکہ پہاڑوں پر چڑھ گئے کہ دیکھیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کہاں تک صحیح ہے  
چنانچہ جو نہی سورج نکلا تو ایک کافر چیخا:

هذه والله الشمس قد اشرقت بخداوه دیکھو سورج نکل آیا ہے۔

دوسرا کافر بے ساختہ ہو کر بولا:

هذه والله البعير قد اقبلت يتقدمها جهل بخدا یہ ہے قافلہ جس کے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ آ رہا ہے

اور اس کا مقال محمد علیہ الغرارتان۔ اور اس پر دو بولیاں بھی ہیں۔

یہ معجزہ دیکھ کر جو لوگ معراج کا واقعہ سن کر مرتد ہو گئے تھے وہ شرمسار ہو کر تجدید اسلام کرنے لگے اور مشرکین نے نہ مانا بلکہ کہا کہ یہ تو جادوگر ہے۔  
(معاذ اللہ)۔

معجزہ رد الشمس  
بعض روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک لیا تھا جب تک کہ قافلہ وہاں تک نہ پہنچا جہاں  
انے وہاں سے دوسرے علاقے میں پھیر دیا گیا۔

سوال: سورج کو روکنا یا کسی اور جگہ پر منتقل کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ علم الفلیکیات کا قاعدہ ہے کہ سورج کو کسی مختلف علاقے میں  
بدلا جائے یا اسے رد کر جائے تو افلاک میں رد و بدل ہوگا اور ان میں اگر ذرہ برابر رد و بدل ہو تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔  
جواب: ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ رد الشمس یا جس شمس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور وہ امور جو خرق عادت کے طور پر  
ہوا ہو اس میں قیاس آرائی گمراہی ہے۔

رد الشمس کے دلائل ① داؤد و سلیمان و یوشع و موسیٰ علیہم السلام جیسے انبیاء کے لئے سورج روک دیا گیا ان کے  
واقعات تفاسیر میں موجود ہیں۔

② سورج ڈوب کر پھیر نکل آیا یہ تو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی خیبر کے موقع پر ہوا چنانچہ بی بی اسماء بنت  
عمیش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور آپ کا سر مبارک حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنا بھی مناسب  
نہ سمجھا جب حضور علیہ السلام بیدار ہوئے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ  
نہیں حضور علیہ السلام نے دعا مانگی کہ

اللهم انه كان في طاعتك وطاعة رسولاك اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا فلائذا

سورج کو واپس لوٹائیے۔

فاردد علیہ الشمس

بی بی اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:



فراً يتها طلعت بعد ما غربت

میں نے سورج کو ڈوبنے کے بعد طلوع ہوتا ہوا دیکھا۔

سبق: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے اسے خوب یاد رکھنا چاہیے۔  
 مروی ہے کہ بغداد میں ایک واعظ تقریر کر رہا تھا اور عصر کے بعد اہل بیت کے فضائل و مناقب بیان  
 حکایت فضائل اہل بیت کرنے شروع کر دیئے اچانک ایک ایسا بادل اٹھا جس نے سورج کو گھیر لیا لوگوں نے سمجھا کہ  
 سورج ڈوب گیا اس لئے واعظ کی تقریر سے اٹھنے لگے اس سے واعظ کا وعظ پھیکا پڑنے لگا اس نے چاہا کہ یہ جانے والے واپس  
 آئیں اور سننے والے مطمئن ہو جائیں چنانچہ اسی وقت وہ سورج سے مخاطب ہوا:

ۛ

لا تعزبني يا شمس حتى ينتهي

مدحى لآل المصطفى ولنجله

ان كان للمولى وقوف فليكن

هذا الوقوف لولده ولنسله

ترجمہ: اے سورج! نہ ڈوب جب تک کہ میں اہل بیت کی تعریف پوری نہ کروں اگر تیرا ٹھہرنا اللہ کے حکم سے ہے تو ٹھہر جا۔

کیونکہ رسول اللہ کی آل کی مدح سرائی ہے۔

واعظ نے اشعار ختم کئے تو سورج بادل سے باہر آگیا، پھر تو واعظ کی پانچوں انگلیاں گھی میں والا معاملہ تھا کہ اسی وقت سامعین  
 نے اس پر اپنے کپڑے اور عورتیں کے زیورات بچھا رکھے۔

[صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ]

حسن اتفاق سے ایسی باتیں ہو ہی باقی ہیں۔

وهو من الاتفاقات الغريبة

حکایت ایک نوجوان بدر الدین نامی پر کوئی شخص عاشق تھا۔ سو اتفاق سے وہی نوجوان چودھویں شب کو فوت ہوا جب اس  
 کے عاشق نے چودھویں شب کے چاند کو مکمل دیکھا اور وہ اس کے محبوب کے نام سے مشابہ تھا اس لئے محبت و عشق

میں نہایت تنگیوں و سزوں ہو کر چودھویں شب کے چاند سے مخاطب ہو کر یہ اشعار پڑھے:

شقيق غيب في لحداه

و تظنم يا بدر من بعده

ۛ: اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سورج بعد غروب لوٹ آیا بلکہ اہل بیت کے فضائل میں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ بادل کے بننے سے علوم پریشانی سے

م محفوظ ہو گئے اور یہ بھی ایک کمال ہے جو دعا کے مرتبہ کے لئے اتنی کرامت کافی ہے۔ ۛ

فہلا نصف وکان الخسوف

لباس الحداد علی فقدا

ترجمہ: تیری مثل تو قبر میں چھپا ہوا ہے اے چودھویں کے چاند تو کیوں طلوع ہو رہا ہے کیا تو اپنا نور چھپا نہیں لیتا اس لئے کہ کالا لباس سوگواروں کا ہوتا ہے۔

اس کے ان اشعار پڑھنے پر چاند فوراً بے نور ہو گیا۔

(صاحب روح البیان نے فرمایا:)

یہ اس کی سچی محبت کی دلیل ہے کہ اس کے جوش محبت نے چاند پر اثر ڈالا۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا:

ان المدجبة مقناطیس القلوب محبت قلوب کے لئے مقناطیس ہے۔

حضرت کمال نجدی نے فرمایا: سے

بچشم اہل نظر کم بود ز پروانہ

دلے کہ سوختہ آتش محبت نیست

ترجمہ: اہل نظر کی نگاہ میں وہ شخص محبت میں پروانے سے کم ہے جس کا دل عشق سے سوختہ نہ ہو۔

اے اللہ! ہمیں اہل محبت و عشق سے بنا دے (امین)

**نمازوں کے اوقات** شب معراج کی صبح والے دن جب سورج کا زوال ہوا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی امامت سکھائی تاکہ آپ کو نماز کے اوقات معلوم ہوں اور ظاہر ہو کہ نماز کی ہتیت اور ان کی تعداد یوں ہے۔ اس پر آپ نے صحابہ کرام کو باواز بلند کہا: الصلوٰۃ جامعۃ۔ اس لئے کہ اس وقت اقامت معروف مشروع نہیں ہوتی تھی کیونکہ اس کی مشروعیت مدینہ طیبہ میں ہوئی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے۔ آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی اس کا نام نماز ظہر پڑ گیا۔ اس لئے کہ وہ قیام الظہیر یعنی سخت گرمی میں ادا کی گئی یا اس لئے کہ اس وقت زوال کے بعد سورج بہت اونچا تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جبریل علیہ السلام کے نماز پڑھانے کے بعد نماز پڑھائی اور جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دو دن حاضر ہوتے رہے ایک دن اول وقت میں نماز پڑھائی اور دوسرے دن آخر وقت میں جبریل علیہ السلام نے آپ کو صخرۃ اللہ کے نزدیک قبلہ کی جانب نماز پڑھائی تھی اور آخر میں عرض کی:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا اور آپ سے پہلے نبیاً

علیہم السلام کا وقت ہے اور ان دنوں وقتوں کے درمیان

نماز کے اوقات ہیں۔

یا محمد هذا وقتك ووقت الانبياء من

قبلك والوقت ما بين هذين الوقتين

سوال : نماز صبح سے اس کا آغاز کیوں نہ کیا گیا حالانکہ معراج کے بعد پہلے صبح کی نماز تھی ؟

جواب : جب تک نماز کی کیفیت معلوم نہ ہو اس کی ادائیگی نہیں اور کیفیت پر ہی وجوب معلق ہوتا ہے اور کیفیت کا بیان فجر کی نماز میں ناممکن تھا اس کے بعد ظہر کا وقت آتا ہے اسی لئے نماز ظہر سے اس کا آغاز ہوا گویا جبریل علیہ السلام نے عرض کی :  
اوجبت حیث ما تبین کیفیتہ فی وقتہ کیفیت کے معلوم ہونے کے بعد آپ پر نماز واجب ہوئی۔

سوال : جبریل علیہ السلام کا عرض کرنا کہ ہذا وقتہ و وقت الانبیاء من قبلک سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نماز بھی اسی طرح تھی حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے اس لئے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نمازیں اس طرح نہیں تھیں بلکہ نمازیں صرف حضور علیہ السلام کی امت کا خاصہ ہے۔

جواب ① عبارت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نمازیں ان دونوں اوقات کے درمیان ہے جیسے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے اوقات انہی دونوں طرفوں کے درمیان تھے۔

جواب ② دوسرے انبیاء علیہم السلام سے مجموعی طور پر اور انہیں بلکہ بعض حضرات کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ فجر کی نماز بعض حضرات کی طرف منسوب ہے تو اس کے بعد والی نمازیں دوسرے بعض حضرات کی طرف اس لئے پرکلی طور پر منسوبیت اسی امت کے لئے ثابت نہ ہوئی بلکہ بعض حیثیت سے۔

پانچ نمازیں اور العزم انبیاء علیہم السلام کی یادگار ہیں تشریف لے گئے تو زمین پر اندھیر چھ گیا اور رات کی تاریکی کے سو کچھ نہ تھا اس لئے حضرت آدم علیہ السلام گھبراتے کہ ایسی شدت کی تاریکی آپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی جب صبح کی روشنی چھیلی تو آپ نے شکرانہ کے طور پر دو گانہ پڑھا یا نخلت لیل سے نجات پانے پر یادوں کی روشنی کے لوتنے پر یا دو گانہ توبہ کی قبولیت پر پڑھا جب کہ ان کی توبہ صبح کے وقت قبول ہوئی اسی اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور نخلت کی نخلت اور جوتی اور توفیق کا نور روشن ہوا وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زوال شمس کے بعد چار رکعت پڑھیں اس خوشی میں ان کے صاحبزادے کا فدیہ قبول ہوا اور صاحبزادے کی جان بچ گئی اور اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو گیا جب کہ آواز سنی : فلصدقت اللہ ربہ

اور اس خوشی سے بھی کہ صاحبزادہ اگرچہ صغیر سن ہے لیکن قربان ہونے کے لئے تیار ہو گیا اور ذبح کی تکلیف سے نہ گھبرا یا۔  
عصہ کی نماز سب سے پہلے عصہ کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جب انجیل نخلت سے نجات ملی تو یہی وقت تھا چونکہ وہ نخلت چار تھیں :

- |   |            |   |                |
|---|------------|---|----------------|
| ① | نخلۃ الزلہ | ② | نخلۃ الیبل     |
| ③ | نخلۃ المار | ④ | نخلۃ بطن الموت |

اسی مناسبت سے آپ نے بھی شکرانہ کی چار رکعت ادا کیں۔

**مغرب کی نماز** سب سے پہلے مغرب کی نماز عینے علیہ السلام نے پڑھی پہلی رکعت اپنے سے نفی الوہیت کے شکر میں دوسری رکعت والدہ سے نفی الوہیت کے لئے تیسری رکعت اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اثبات کے لئے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو مغفرت کا پیغام مغرب کے وقت ملا تو انھوں نے شکرانہ کے لئے چار رکعت کی نیت باندھی جب تیسری رکعت پر پہنچے تو تھک گئے اسی پر سلام پھیر دیا اسی لئے ہمارے لئے بھی تین رکعتیں مشروع ہیں۔

**عشاء کی نماز** سب سے پہلے عشاء کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جب وہ مدین سے چلے تھے تو راستہ بھول گئے آپ کو اپنی زوجہ اور بھائی ہارون علیہ السلام کی جدائی، فرعون کی دشمنی اور اولاد کی جدائی کا غم لاحق ہوا جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان تکالیف سے نجات بخشی یعنی راستہ مل گیا زوجہ، بھائی اور اولاد کی ملاقات ہو گئی اور دشمن پر فتح پائی تو چار رکعت شکرانہ کی پڑھیں۔

**وتر کی نماز** سب سے پہلے وتر کی نماز ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی چنانچہ تفسیر التیسیر میں ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ پر ملائکہ کو نماز پڑھائی اس معنی پر سدرۃ المنتہیٰ پر امام الملائکہ اور بیت المقدس میں امام الانبیاء تھے اسی بنا پر ہم کو افضل الخلائق مانتے ہیں۔

**رد پرویزی اور حکم الوہی** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آیت فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولله الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون میں پانچوں نمازوں کا صاف اور واضح بیان موجود ہے۔ اس لئے کہ تمسون سے مغرب وعشاء ہر دونوں نمازیں اور حین تصبحون سے فجر اور عشیا سے عصر اور حین تظہرون سے ظہر کی نماز اور تسبیح سے صلوٰۃ مراد ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں تسبیح بمعنی صلوٰۃ وارد ہوا۔

**ف**؛ شب معراج پانچ نمازیں دو دو رکعتیں فرض ہوئیں یہاں تک کہ مغرب کی نماز بھی پھر حضرت میں دو سے چار کر دی گئیں ہر ظہر چار رکعت سوائے جمعہ کے کہ اس دن دو رکعت فرض ہیں عصر کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی چار رکعت اور فجر کی دو رکعت اصل پر برقرار رکھی گئیں۔

جی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابتداً سفر و حضر میں دو دو رکعت فرض تھیں پھر ہجرت کے  
**حدیث شریف** ایک ماہ بعد یا ایک ماہ دس دنوں کے بعد دو دو رکعت کا اضافہ ہوا اور مغرب میں صرف ایک رکعت کا  
 اور فجر کی نماز اصل حالت پر رکھی گئی اس لئے کہ اس میں قرأت طویل پڑھنے کا حکم ہے۔

ف: بعض روایات میں ہے کہ ابتداً ہی ہر نماز چار چار رکعت فرض ہوئی سوائے صبح اور جمعہ کی نماز کے کہ وہ دو دو رکعتیں ہیں  
 اسی طرح مغرب کی نماز کہ وہ تین رکعات فرض ہوئیں۔ پھر سفر کے لئے قصر کا ہوا کہ چار رکعت والی نمازوں کو دو دو رکعت پڑھا جائے  
 اور سفر میں قصر نماز کا حکم ہجرت کے چوتھے سال نازل ہوا یہی حکم آیت

فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة

”یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو“ سے مؤید ہے۔

لطیفہ: بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازوں کا حکم اس لئے ہوا کہ انسان کے گناہوں میں مبتلا ہونے  
 والے پانچ اعضاء میں انسان اگر ان کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب کرے تو پانچ نمازوں کے پڑھنے سے وہ گناہ دھل جائیں۔

اس لطیفہ کی تائید حدیث شریف سے ہوتی ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ تمہارے  
**حدیث شریف** کسی ایک کے گھر کے سامنے نہر جاری ہو اور وہ اس میں دن اور رات میں پانچ بار نہائے تو بتائیے کہ کیا اس  
 کے جسم پر میل کچیل رہ سکتی ہے؟ سب صحابہ کرام نے عرض کی کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: یہی حالت پانچوں وقت نماز ادا کرنے والے  
 کی ہے کہ جب وہ پانچ نمازیں (پابندی اور تعدیل ارکان اور صحیح طریق سے) پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ مٹا  
 دیتا ہے۔

نوٹ: بعض حضرات نے فرمایا کہ پانچ نمازیں دس گناہوں کے عطیے کے اظہار کے لئے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

من جاء بالحسنة فده عشر امثالها جو کوئی ایک نیکی کرتا ہے اُسے دس کا ثواب نصیب ہوتا ہے

اسی لئے جو پانچ نمازیں پڑھے گا تو وہ پچاس نمازوں کا ثواب پائے گا۔ یہی پچاس نمازیں شب معراج فرض ہوئیں پھر تخفیف کر کے  
 پانچ پر اکتفا کیا گیا۔

نوٹ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ چونکہ کعبہ کی پانچ پہاڑوں سے بنیاد رکھی گئی ہے وہ پانچ پہاڑ یہ ہیں:

① طور سینا

② طور زیتا

③ الجودی

④ حراد

⑤ البرقیس

کعبہ کے گرد طواف کرنے کو نماز کا درجہ دیا جانا اسی راز کی وجہ سے ہے۔

**نکتہ** نماز طواف سے افضل ہے صرف حج کرنے والے کے لئے نماز نفل سے طواف افضل ہے اور یہ خصوصی شرف صرف محل و مقام کی شرافت کی وجہ سے ہے ورنہ علی الاطلاق نماز طواف سے افضل ہے۔

**نکتہ** : بعض بزرگوں نے فرمایا کہ پانچ نمازیں انسان کو اربع عناصر اور جمعیت کے عطیہ کے شکرانہ پر واجب ہوئی ہیں۔ اسی لئے نماز کے چار ارکان مقرر کئے گئے :

- |                |   |
|----------------|---|
| قیام           | ① |
| رکوع           | ② |
| سجود           | ③ |
| قعود یعنی قعدہ | ④ |

**نکتہ** : بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق چار قسم کی ہے :

- |  |   |
|--|---|
| قائم جیسے اشجار                          | ① |
| راکع جیسے جانور                          | ② |
| قاعدہ (بیٹھنے والے) جیسے پہاڑ پتھر وغیرہ | ③ |
| ساجد جیسے ہوام یعنی کیڑے مکوڑے وغیرہ     | ④ |

اللہ تعالیٰ نے امت مصطفویہ کو ان تمام کی عبادت کا بیک وقت طریقہ نصیب ہوا تو انہیں نماز کی ہیئت کذا ایہہ کا حکم فرمایا اس طرح گویا نمازی کو جمع عوالم کی عبادت کا مجموعہ نصیب ہوا۔

**نکتہ** : نماز کی مختلف رکعات میں بھی یہی راز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے چار پروں والے ہیں بعض تین اور بعض دو والے۔ جب بندہ نماز ادا کرتا ہے تو اسے گویا کہا جا رہا ہے کہ یہ رکعات تیرے نورانی پر ہیں تو ان کے ذریعے اڑ کر اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جائے گا۔

**نکتہ صوفیانہ** : حضرت شیخ الشہیر بافتادہ قدس سرہ نے فرمایا کہ صبح کی دو رکعتیں جسم و روح کے مقابلہ میں اور چار رکعت والی نمازیں مراتب اربعہ یعنی

- |       |   |
|-------|---|
| طبیعت | ① |
| قلب   | ② |
| نفس   | ③ |
| روح   | ④ |

کے مقابلہ میں اور مغرب کی تین رکعتیں علیہ السلام کے لئے تھیں چونکہ وہ مادہ طبیعت سے پاک تھے اسی لئے ان کے باقی تین مراتب کے مقابلہ میں یہی تین رکعتیں مقرر ہوئیں۔

صاحب روح البیان کے پیر و مرشد قدس سرہ فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ میرے شیخ اور پیر و مرشد نے کتاب "اللائحات الباقیات" میں فرمایا کہ اللیل لائین کی طرف اشارہ ہے اور جلال اطلاق ذاتی حقیقی وجودی برائے کمال اطلاق ذاتی حقیقی وجودی کا مرتبہ ہے اور النهاس مرتبہ تعین کی طرف اشارہ ہے اور یہی جمال اطلاق ذاتی حقیقی وجودی برائے کمال مذکورہ بالا کا مرتبہ ہے چونکہ فجر کی نماز اللیل و النهاس پر مشتمل ہے اس لئے اس کی دو رکعتوں میں دوئی اور نماز بین المرتبیں المذكور تین کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی رکعت اولی مرتبہ جلال اور دوسری رکعت مرتبہ جمال کی طرف اشارہ کرتی ہے ان دونوں کو ملا کر پڑھنے میں کمال اور اجتماع جلال و جمال کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ہر دونوں مراتب بیک وقت اسی مذکورہ بالا کمال میں جمع ہو گئے ہیں۔

صلوٰۃ المغرب کا صوفیانہ نکتہ وہ ظاہر ہو۔ اس کی رکعت اولی میں جلال اور رکعت ثانیہ میں جمال اور رکعت ثالثہ میں کمال جو جامع الجلال و الجمال ہے، کی طرف اشارہ ہے۔

ف؛ مرتبہ لائین قوت کا مرتبہ ہے اور مرتبہ تعین فعل کا مرتبہ ہے اگر مرتبہ قوت نہ ہوتا تو مرتبہ فعل کا ظہور ناممکن تھا۔ یاد رہے کہ مرتبہ قوت اجمال ہے اس کی تفصیل مرتبہ فعل ہے اور واضح رہے کہ اگر مرتبہ قوت کا ضرانہ نہ ہوتا تو فعل کا کرم و فضل کے وجود کو ظاہر بھی نہ ہونے دیتا۔

صلوٰۃ العشاء کا صوفیانہ نکتہ عشاء کی نماز کی چاروں رکعتیں چاروں تعینات اربعہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں وہ تعینات اربعہ یہ ہیں :

- |   |         |
|---|---------|
| ① | ذاتیہ   |
| ② | اسمائیہ |
| ③ | صفاتیہ  |
| ④ | افعالیہ |

یہ چاروں مراتب مرتبہ لائین اور جلال بالقوہ میں سے ہے۔

صلوٰۃ الظهر کا صوفیانہ نکتہ نماز ظہر کی چاروں رکعتیں انہیں چاروں مراتب کی طرف اشارہ کرتی ہیں لیکن یہ مرتبہ جمال کوئی بالفعل میں سے متصور ہیں۔

دیگر عجیب نکتہ فرائض وجود حقیقی الہی (جو اکوان پر مطلقاً پھیلا ہوا ہے، کی طرف واجبات وجودات خلقیہ کو نبی اخصیہ کی طرف اور سنن وجودات خلقیہ کو نبیہ خاصیہ کی طرف اور مستحبات وجودات خلقیہ عامیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پچاس نمازوں کا لطیفہ اللہ کی طرف سے ہم پر پچاس نمازوں کا حکم ہوا درمیان  
یہذا موسیٰ علیہ السلام ہمارے لیے تخفیف کا سبب بنے جو پچاس کے بجائے پانچ رہیں اس سے  
ثابت ہوا کہ اہل مزارات بعد وصال بھی ہمارے وسیلہ ہیں اگر کوئی مزار والوں کے وسیلہ کا انکاری  
ہے تو وہ پچاس پڑھے نہ وقت ملے گا نہ ہمارے ساتھ جھگڑے گا، لوٹا برادری میں ہی زندگی ختم ہوگی  
ورنہ وسیلہ اہل قبور کا اقرار کرے

## پچاس نمازوں کی فہرست

وہ پچاس نماز جو اب تداء فرض کی گئی اس سے مراد یہی عبادت ہے جو خاص نیک لوگوں کا  
دن رات میں وظیفہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے  
سنت فجر، فرض فجر، چار رکعت سنت ظہر اس بنا پر کہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے  
فرض ظہر، دو رکعت سنت بعد ظہر، دوگانہ نفل بعد ظہر، چار سنت غیر موکدہ قبل عصر  
فرض عصر، فرض مغرب، دوگانہ سنت بعد مغرب، دوگانہ نفل بعد نماز مغرب، چار رکعت سنت غیر  
موکدہ قبل عشاء، فرض عشاء، دوگانہ سنت بعد عشاء، دوگانہ بعد عشاء نماز وتر، دوگانہ نفل بعد وتر بارہ رکعت  
یعنی چھ دوگانہ نفل نماز تہجد، چار رکعت یعنی دوگانہ نفل اشراق، بارہ رکعت یعنی تین دوگانہ نفل نماز  
ادابین جو مغرب کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہیں پانچ دوگانے نفل نماز تحیۃ الوضوء جو پانچ وقت ہر دفعہ  
تازہ وضو کے ساتھ پڑھی جاتی ہے پانچ دوگانے نماز نفل تحیۃ المسجد جو پانچوں اوقات مسجد میں داخل ہونے  
کے بعد نفل پڑھی جاتی ہیں پانچ دوگانہ نماز نفل جو پانچوں اوقات اقامت اور اذان کے درمیان ہیں ما

اس کو نماز مابین الاقامت والاذان کہتے ہیں (صلوۃ التبیح، نماز استخارہ، نماز توبہ، نماز حاجت معراج النبوة ج ۳ ص ۱۹۴)  
یہ پچاس نمازیں ہیں جن میں سے پانچ کی فرضیت سجال ہے اور باقی ماندہ کی فرضیت منسوخ  
ہے پھر واجب ہو یا سنت موکدہ یا سنت غیر موکدہ یا نفل عام ہے

واللہ اعلم بالصواب

هذا آخر ما رقمہ قلم الفقیر الادیسی غفرلہ ۲۸ ج ۱ ص ۱۴۱ شب جمعرات





مفتی قرآن  
فیض ملت  
حضر علامہ محمد فیض احمدی رضوی مدظلہ العالی کی تصانیف

ابون مستظفا	نابخ محبوب مینہ	شہد سے میٹھا نام محمد
تفسیر اوسی	ذرا اوس	ذرا سیرانی
انور سے چمنے کا ثبوت	حاضر و ناظر کا ثبوت	نماز بخارہ بعد کا ثبوت
اذان برتہ	کسنی کسنا	دہلی دیوبندی کا نشان
بینی جہت کے ارکان	بینی جہت کا شاخھی سرو	دیوبندی بریلوی فرق
بوسیا کا بڑا	خطبہ اوسیہ	شہید ستر
آئینہ شہیدنا	شرح حدیث افک	شہید قرآن کو نہیں مانتے
مواظف اوسیہ	نیلین مبارک کے فضائل	مدت رسول بنت

مکتبہ اویب رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور





